قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

اکتوبر
2009ء

اللہ
رسول
محمد

المُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ مُجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے (الحدیث)

ماہنامہ

المُرشد

انسانی کردار، نظام کائنات پر اثر انداز ہوتا ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7-پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

تصوف کیا ھے؟

لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے، اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آثار صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

تصوف کیا نھیں؟

تصوف کے لئے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے نہ قبروں پر سجدہ کرنے، نہ ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے نہ اولیا اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرور کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

(اقتباس دلائل السلوک)

مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ
المرشد

بانی	حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سرپرست	حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اکتوبر 2009 شوال/ذیقعد

جلد نمبر 31 شمارہ نمبر 2

مدیر

چوہدری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر: ضمیر حیدر

سرکولیشن منیجر: رانا جاوید احمد

کمپوزنگ، ڈیزائننگ اینڈ آئی ٹی

وسیم نور

قیمت فی شمارہ -/25 روپے

LRL # 41

فہرست

اداریہ	محمد اسلم	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
طریقۂ ذکر		6
معرفت حق۔ مقصد حیات	امیر محمد اکرم اعوان	7
اجتماعی عذاب سے نجات	امیر محمد اکرم اعوان	17
آداب اعتکاف	امیر محمد اکرم اعوان	25
اسلامی تہوار	امیر محمد اکرم اعوان	30
کامیابی کی ضمانت	امیر محمد اکرم اعوان	32
فنافی الرسول کی ذمہ داریاں	امیر محمد اکرم اعوان	45
Deputation of the Universal Mercy	امیر محمد اکرم اعوان	50 تا 56

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔ یورپ	35 سٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس۔ لاہور 042-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ڈاکخانہ ٹاؤن شپ، لاہور فون 042-35182727

رابطہ آفس = ماہنامہ المرشد اے۔ ٹی۔ ایم بلڈنگ پل کوہیاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2668819 MOB: 0346-5207282

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

شرکِ خفی

یہ شرکِ خفی ہے جس میں لوگ بظاہر تو اللہ کا سجدہ کرتے ہیں مگر اس سجدے سے بھی دنیا حاصل کرنا یا کوئی خواہش پوری کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں ان نام نہاد مسلمانوں کو ضرور سبق حاصل کرنا چاہیے جنہوں نے اسلام کے نام پر رسومات اور رواجات کو اپنا رکھا ہے۔ حتیٰ کہ برصغیر میں کتنی رسوم ایسی ہیں جو خالص ہندوؤں کی مذہبی رسوم ہیں اور اب اسلام کے نام پر نادان مسلمانوں میں پھیلائی جا رہی ہیں۔ وہاں کوئی چھل فریب تو چل نہ سکے گا، نہ ہیرا پھیری ہو گی۔ مگر قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ہرگز مشرک نہ تھے۔ دنیا میں اوصافِ ربوبیت بانٹ رکھے تھے۔ کہیں سے اولاد حاصل کرتے اور کہیں چڑھاوا مال حاصل کرنے کے لئے چڑھاتے۔ کسی کو مشکل میں پکارتے اور کسی کی طرف آسانیاں منسوب کرتے غرض سارا نظام ربوبیت بانٹ کر مختلف ہستیوں کو اپنے خیال کے مطابق ان کاموں پر لگا رکھا تھا۔ اور ساتھ اسلام کا دعویٰ بھی تھا۔

اداریہ

رمضان میں مہنگائی۔۔۔۔۔ایثار کا جذبہ کہاں گیا؟

ہمارا دین ہمیں ایثار کا سبق دیتا ہے۔ ہمیں تو ایک دوسرے کے لئے آسانیاں پیدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ مومن اپنے دوسرے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرتا ہے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ یہ کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہم نے دنیا میں خوش حالی کے لئے اسلام کی ان خوبصورت تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ پاکستان میں مہنگائی نے پہلے ہی عوام کا کچومر نکالا ہوا تھا مگر رمضان المبارک میں جس طرح کھانے پینے کی چیزوں کے ریٹ مصنوعی طور پر بڑھائے گئے اس سے ہمارے کردار کا پتہ چلتا ہے۔ ہر سال کی طرح اس برس ماہ رمضان کے دوران اشیائے ضروریہ خصوصاً اشیائے خوردونوش کی قیمتوں میں بے پناہ اضافہ ہوا اور مہنگائی کے نئے ریکارڈ قائم ہوئے، رمضان المبارک اور مہنگائی کو ہمارے ملک میں لازم و ملزوم بنا دیا گیا ہے جو صرف حکومت ہی نہیں بلکہ ایک عام پاکستانی کے لئے بھی لحہ فکریہ ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ نیکیوں کی بہار کا موسم آتے ہی سبزیوں، پھلوں اور گوشت سے لے کر کپڑوں اور جوتوں تک کی قیمت میں پچاس سے ستر فیصد اضافہ ہو جاتا ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق جاری رمضان المبارک کے دوران آلو، پیاز، ٹماٹر، لہسن اور دیگر سبزیوں سمیت متعدد اشیائے خوردونوش کی قیمتوں میں دس سے تیس روپے فی کلو اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بازار میں ان اشیا کی قلت ہے یا پھر تاجروں کو یہ اشیا تھوک میں مہنگے داموں ملنے لگی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بڑے بڑے بیوپاری اور تھوک کے تاجر جان بوجھ کر اشیا کا ذخیرہ کرتے ہیں اور ان کی مصنوعی قلت پیدا کر کے قیمتوں میں اپنی خواہش کے مطابق اضافہ کر دیتے ہیں۔ چینی کا حالیہ بحران بھی اسی طرح سے پیدا ہوا ہے۔ حکومت کی بھرپور کوششوں کے باوجود ہمارے منافع خور اور ذخیرہ اندوز مافیا نے عوام کو کسی قسم کا ریلیف دینے سے انکار کر دیا ہے۔ ہمارے کچھ ناعاقبت اندیش تاجر مجبور کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اسی طرح عام مشاہدے کی بات ہے کہ بارش ہو جائے تو رکشہ ڈرائیور کرائے بڑھا دیتے ہیں۔ لاری اڈوں اور ریلوے سٹیشنوں پر کھانے پینے اور ضرورت کی دیگر اشیا مہنگے داموں بکتی ہیں۔ موٹروے پر قائم دکانوں میں کھانے کے نرخ عام دکانوں سے زیادہ ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ مجبور کی جیب کاٹنے کی ناپاک ذہنیت کا اظہار ہے۔ یورپی ممالک میں کرسمس کی آمد سے قبل ہر جگہ سیل لگی ہوئی ہوتی ہے۔ اشیائے ضروریہ کے نرخوں میں نمایاں کمی کر دی جاتی ہے تاکہ عام لوگ بھی خوشی منا سکیں جبکہ ہمارے ہاں یہ سوچ کر نرخ بڑھا دیے جاتے ہیں کہ لوگ عید پر نئے کپڑے اور جوتے ضرور خریدتے ہیں اس لئے ان سے منہ مانگے دام وصول کرنے چاہئیں۔ اسی طرح رمضان میں ہر شخص کوشش کرتا ہے کہ سحر و افطار کے لئے پھل، دودھ، دہی اور گوشت کا اہتمام کیا جائے اور یہ تمام چیزیں بیچنے والے لوگ عوام کی مجبوری کی قیمت کھری کرتے ہیں۔

ماہ رمضان المبارک ہمیں ایثار، غریبوں اور بھوکوں کا درد محسوس کرنے کی تربیت دیتا ہے۔ روزے میں ہمیں ٹریننگ دی جاتی ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کا خیال کس طرح رکھنا ہے لیکن یہ بات بہت افسوس کے ساتھ کہنی پڑتی ہے کہ ہم میں سے ایک بڑی اکثریت رمضان کے اس پیغام کو بھلا چکی ہے اس قومی کردار کے باوجود ہم یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ ملکی حالات درست ہو جائیں اور ہمارے حکمران بہترین کردار کے حامل ہوں حقیقت یہ ہے کہ جب تک ہم اپنی اصلاح نہیں کریں گے۔ ملکی حالات بھی تبدیل نہیں ہوں گے۔ اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ہر فرد اپنے کردار کا خود جائزہ لے اور عہد کرے کہ وہ مجبور کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی بجائے خلوص اور ایثار کو اپنی عادت بنائے گا اور اسلام کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے صرف اپنے مفاد ہی کی نہیں بلکہ پورے معاشرے کے مفاد کی نگہبانی کرے گا۔ جب ہم یہ عہد کر لیں گے۔ تو پھر رمضان یا دیگر مہینوں میں مہنگائی کا طوفان آنے کا سلسلہ رک جائے گا۔ اور ہمارے دیگر چھوٹے بڑے مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

- گردِ سفر
- نشانِ منزل
- کونسی ایسی بات ہوئی ہے
- سوچ سمندر
- متاعِ فقیر
- آس جزیرہ
- دیدۂ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

"میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں، اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سیکھا یا کم، سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔"

غزل

وفا کر کے دیکھا دعا کر کے دیکھا
دِل ناتواں پر جفا کر کے دیکھا

نہ بدلی تیری خو نہ بدلا مقدر
تجھے ہم نے اپنا خدا کر کے دیکھا

بڑھا مرض ہی، دل کو جو لگ چکا تھا
جہاں تیرا ملی جو دوا کر کے دیکھا

تجھے رقصِ بسمل کا تھا شوق ایسا
کہ اپنوں کا سر بھی جدا کر کے دیکھا

نہ اٹھے فقیر ہم تیرے در سے ہرگز
رہے قید، تو نے رہا کر کے دیکھا

اقوالِ شیخ

☆ کافر بھی محنت کرے بہت بڑا انباض بن سکتا ہے۔ بہت بڑا ڈاکٹر بن سکتا ہے۔ بہت بڑا سائنسٹ سٹ بن سکتا ہے۔ بہت بڑا کیمیادان بن سکتا ہے۔کوئی بھی علم جسے مومن یا مسلمان یا کوئی انسان حاصل کرتا ہے۔ان میں سب انسان برابر کے شریک ہیں خواہ مسلمان ہو یا کافر لیکن علوم نبوت جو ہیں یہ صرف مومن کا حصہ ہیں کافران کونہیں پا سکتا۔ ان کے حصول کے لئے ایمان شرط ہے۔

☆ جسے علم کہا جاسکتا ہے، وہ صرف وہ ہے جو معرفت باری عطاء کرے۔اُس علم کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عجز وانکسار، تضرع اور عاجزی پیدا کرتا ہے۔اسکے علاوہ جتنے علوم جتنے کمالات ہیں وہ انانیت پیدا کرتے ہیں۔

☆ عظمتِ انسانی یہ ہے کہ وہ ان تعلیمات سے مزین ہو جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تقسیم فرمائیں اوران کمالات کا حامل ہو جو اللہ کے نبیوں اور رسولوں نے کائنات میں تقسیم فرمائے ہیں۔اسی کا نام انسانیت اورانسانی کمال ہے۔

☆ کرامت وہ ہوگی وہ فعل جوشریعت کی تصدیق کے لیے باتباع نبی نصیب ہو،اور جس میں نبی کی عظمت کوخدا کی عظمت کو نبی کے دین کو منوانا مقصود ہو۔

☆ دنیا میں سب سے عظیم تر مقام ہدایت اور ہدایت کا منبع اور مصدر ہوتا ہے۔ اللہ کا نبی اور رسول اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس وہ مینارِ نور ہے جس سے نبی اور رسول بھی روشنی حاصل کرتے ہیں۔لیکن جب تک دل کی دنیا صاف نہ ہو دل اغراضِ دنیاوی سے پاک نہ ہو۔آپ ؐ سے بھی استفادہ نہیں ہوسکتا۔

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمدورفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اُس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز رہے اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ:- ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کیلئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پہ لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا کر ٹکرائے۔

معرفتِ حق۔ مقصدِ حیات

امیر محمد اکرم اعوان 9-8-09
دارالعرفان منارہ (سالانہ اجتماع کا اختتامی بیان)

الحمد للّٰہ رب العلمین الصلوٰۃ والسلام علیٰ
حبیبہٖ محمد و اٰلہٖ و اصحابہٖ اجمعین
اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیمo
بسم اللّٰہ الرحمن الرحیمo
قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ O
(آل عمران آیت 31)

عالم فانی میں انسان کو چندے وقت گزارنے کی جو فرصت ملی ہے دراصل ایسی مہلت ہے اس کے پاس اپنا مقام بنانے کی کہ وہ قربِ الٰہی حاصل کرتا ہے، قربِ رسالت حاصل کرتا ہے، آخرت سنوارتا ہے اور اگر وہ اسی وقت کو کھو دیتا ہے اس کا درست استعمال نہیں کرتا اس سے استفادہ نہیں کرتا تو پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ کی محرومیوں کا شکار ہوگا۔ انسان کو اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس کا قیام اس دنیا میں ہمیشہ کے لئے ہے۔ اس کا وجود بے شک مادی اور فانی ہے لیکن اس کی روح عالم امر سے ہے عالم امر صفاتِ باری میں سے ہے اسے فنا نہیں دوام ہے اس لئے جو ذراتِ بدن وجود کی صورت میں روح کے ساتھ مل گئے وہ بھی ابدی ہو گئے اسے اب ہمیشہ رہنا ہے۔ ہمیشہ رہنے کے لئے اس کی عزت و آبرو و احترام سب معرفتِ الٰہی میں ہے جس نے یہ منزل حاصل کر لی وہ تو اپنے اعلیٰ مقام پر رہے گا اور جس نے وقت کو ہاؤ ھو اور لالچ میں کھو دیا وہ اسفل سافلین میں جا گرے گا اور وہاں اسے ہمیشہ رہنا پڑے گا۔ دین ایک واضح حقیقت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے کا سارا پہنچا دیا کرنے کا بس ایک ہی کام ہے فاتبعونی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جائے غیر مشروط اطاعت اور بلا چوں و چراں۔

اللہ کریم نے وجود انسانی کو بہت سی قوتوں سے نوازا ہے ان میں سے ایک بڑی نعمت اس کا ذہن بھی ہے جو مادی دنیا اور مادی مسائل کو سر کرنے کیلئے اور مادی چیزوں کے استعمال سے آشنا ہونے کے لئے ہے۔ ذہن اگرچہ کیفیات ایمانی نہیں پا سکتا لیکن عظمت باری کے 'صداقت نبوت کے' آخرت کے عذاب و ثواب کے دلائل سمجھ سکتا ہے۔ موجودہ ایجادات انسانی ذہن ہی کا کرشمہ ہیں حالانکہ ماہرین کے مطابق ابھی انسان نے اپنے ذہن کا اپنی عقل کا محض دس فیصد یا چودہ فیصد حصہ استعمال کیا ہے جب یہ قوت سو فیصد استعمال ہوگی تو کیا کیا ایجادات ہوں گی اور دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی! لیکن اللہ کی عطا کردہ نعمت کسی مقصد کے لئے ہے عقل و خرد بھی صرف مادی ضروریات کی تکمیل میں ہی کھو دینے کے لئے نہیں ہے۔ دنیاوی علوم کے حصول کے ساتھ اس کا اصل کام یہ ہے کہ دنیاوی نعمتوں کا تجزیہ کر کے ان نعمتوں کے دینے والے منعم حقیقی کی تلاش کی جائے دنیا کے انجام کے بارے بھی سوچے کہ یہ کروڑوں لوگ کہاں

سے آئے اور کہاں جا رہے ہیں۔ رات دن لوگ زیر زمین چلے جاتے ہیں کیا خبر تہہ خاک تماشا کیا ہے؟ اب جب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مخلوق کہاں سے آرہی ہے اور کون بھیج رہا ہے؟ یہ مخلوق کہاں جارہی ہے؟ آگے کیا ہے؟ تو اس سوال کا جواب اللہ کے نبی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیتے ہیں اور معرفت حق کا باب کھلتا ہے اور یہ مقصد حیات ہے۔

اس سالانہ اجتماع کا یہ آخری اجلاس ہے کتنے لوگ پچھلے سالانہ اجتماع میں تھے آج وہ دنیا میں نہیں ہیں ہم میں سے کتنے آج یہاں بیٹھے ہیں جو اگلے اجتماع میں نہیں ہوں گے یہ زندگی کا سفر ہے جو اپنی روش پر چل رہا ہے ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اس سارے مجاہدے سے ہم نے کیا پایا؟

اجتماع نہ ملاقات کے لئے ہے نہ نقش وتعویذ کیلئے نہ دعا کروانے کیلئے۔

میں چند موضوعات پر کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔ پہلی بات یہ ہے کہ احباب کوضرور یہ شکوہ رہے گا کہ دور سے آتے ہیں، یہاں رہتے بھی ہیں اور حضرت سے بات نہیں ہوتی، ملاقات نہیں ہوتی، گپ شپ نہیں ہوتی نہ دعا کروانے کے لئے کہہ سکے، نہ نقش لینے کی بات ہوئی تو جان لیجئے کہ فقہ کا ایک مسئلہ ہے کہ کوئی حج پر جائے اور ساتھ میں کچھ خرید وفروخت کرلے تو منع نہیں کچھ چیزیں پاس ہیں انہیں بیچ دیا تو یہ تجارت منع نہیں لیکن اگر اس غرض سے کوئی حج پر جاتا ہے کہ کچھ چیزیں بیچ دوں گا کچھ ساتھ خرید کر لے آؤں گا ساتھ میں حج کا موسم ہے تو حج بھی کر لوں گا تو حج نہیں ہوتا یعنی اگر نیت تجارت کی ہے تو حج نہیں ہوگا اور اگر نیت حج کی ہے تو کما حقہ تجارت نہیں ہوگی چند چیزیں آپ ساتھ لے جائیں اور وہاں فروخت کر دیں چند ساتھ لے آئیں یہاں فروخت کر دیں لیکن اصل مقصد دیکھنا ضروری ہے۔ حج کے مناسک ضروری ہیں اگر تجارت کریں گے تو مناسک نامکمل رہ جائیں گے اللہ کی طرف توجہ اور یکسوئی قائم رکھنا مشکل ہوگا لہٰذا اگر مقصد تجارت ہے تو پھر حج نہیں ہوتا اور مقصد اگر حج ہے تو پھر تجارت ادھوری رہ جاتی ہے۔ اسی طرح طالب اگر شیخ کے پاس جاتا ہے اور اس کا مقصد استفادہ ہے تو پھر ملاقات ہوئی تعویذ لیے دم کروایا یا نہیں کروایا ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں نہ یہ ضروری ہیں۔ ضروری یہ ہے کہ وہاں کے پروگرام کو ٹائم ٹیبل کو پوری طرح اختیار کر کے اس غرض پر متوجہ رہے جس غرض سے وہاں گیا ہے اور اس سے استفادہ کرے۔ لیکن اگر غرض یہ ہے کہ نقش لینے ہیں، دم کروانا ہے، دعا کروانی ہے چلو ساتھ میں ذکر بھی کر لیں گے تو پھر فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ دوٹوک سادہ سی بات ہے۔ دوران اجتماع میں ملاقات کے لئے فارغ نہیں ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں کوئی اہم شخص ہوں جو کسی سے نہیں ملتا۔ میں تو سامنے سڑک کنارے ہر ایک سے ملنے کے لئے بیٹھا رہتا ہوں کوئی چھوٹا ہو یا بڑا وزیر آجائیں یا عام کاشتکار سب کو ملتا ہوں روزانہ دس بجے سے دوپہر دو بجے تک باقاعدگی سے بیٹھتا ہوں روزانہ لوگ آتے ہیں ملتے ہیں چلے جاتے ہیں کوئی مسئلہ نہیں یہاں پر سول سروس کے لوگ آتے ہیں جج اور فوجی افسران آتے ہیں عام کاشتکار، فقیر جھگیوں والے خانہ بدوش آجاتے ہیں میں ہر ایک سے ملتا ہوں لیکن جو اجتماع میں اجتماع سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے آتا ہے جو دل روشن کرنے اور مراقبات

کے حصول کے لئے آتا ہے اس کا مقصد ملاقات نہیں ہے اسے ملاقات نہ ہونے کا کوئی شکوہ نہیں ہونا چاہیے۔

دعااور نقش وتعویذ کا صحیح مقام

رہ گئے نقش وتعویذ اور دعائیں تو ایک بات یاد رکھو آج کی سائنسی تحقیق کے مطابق ہر وجود میں اڑھائی کھرب سیل ہوتے ہیں اور ہر سیل میں بندے کے وجود میں آنے سے لیکر قبر میں جانے تک کا پورا نظام ہوتا ہے ہر سیل میں ایک کتاب ہے جس میں اس وجود کا پورا پروگرام درج ہوتا ہے۔

معمولی معمولی باتوں کی تفصیل تک موجود ہوتی ہے تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک وجود میں اڑھائی کھرب سیل ہیں ہر لمحے ان میں سے پرانے سیل گر رہے ہیں۔ نئے بن رہے ہیں بچہ جوان ہوتا ہے تو نئے سیل پہلے سے مضبوط بنتے ہیں بڑھاپا آتا ہے تو نئے سیل پرانے سیلوں سے کمزور بنتے ہیں تو جس قادر مطلق نے ہر سیل میں پروگرام طے کر کے رکھ دیا ہے تو دنیا کا کون سا تعویذ اور دنیا کا کون سا جادو یا کوئی ایسی طاقت ہے جو اس پروگرام کو تبدیل کر دے!

یہ ممکن ہی نہیں۔ پھر دعا کیا کرتی ہے؟ علمائے حق نے لکھا ہے کہ دعا بھی تدبیر اللہ ہے کوئی اللہ کا بندہ کسی کے لئے دعا کرتا ہے اور اسے فائدہ ہو جاتا ہے تو اس سیل کی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ فلاں شخص اس کے لئے دعا کرے گا تو اس میں یہ تبدیلی آئے گی سب فیصلے اسی کے ہیں دعا اور نقش دنیا کے آسرے ہیں بندہ ڈھارس بندھا تا رہتا ہے ۔اسے سبب سمجھ کر استعمال کریں۔

بندے میں عموماً یہ حوصلہ نہیں ہوتا کہ وہ اللہ پر اعتبار کرے۔ میرا اس معاملے میں بڑا تجربہ ہے کسی کو کہہ دیں کہ اس معاملے میں دعا کریں گے اللہ بڑا کریم ہے کرم فرمائے گا تو لوگ ناراض ہو جاتے ہیں کہ میرا کام نہیں کیا اور کسی بندے کی طرف رقعہ لکھ کر دے دیں تو وہ بڑا خوش ہو جاتا ہے کہ اب اس کا کام ہو جائے گا۔ اس کا کام ہو یا نہ ہو وہ اسی بات پر خوش ہو جاتا ہے بلکہ کام نہ ہو تو اللہ کی مرضی پر ڈال دیتا ہے اگر رقعہ نہ دو اور کہو کہ اللہ مشکل حل کر دے گا تو ناراض ہو جاتا ہے کہ انہوں نے انکار کر دیا ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ سے آشنائی نہیں اللہ پر اعتبار نہیں۔ دعا کرنا دعا کروانا اچھی بات ہے دعا بجائے خود عبادت ہے بلکہ عبادت کا حاصل ہے ارشاد ہے **الدعاء مخ العبادہ او کمال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**۔ دعا عبادت کا مغز ہے۔ یہ حاصل عبادت ہے اس سے اللہ سے بات کرنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے لیکن نظام اس کا اپنا ہے اسی مثال سے اندازہ کر لیجئے کہ جب ہر سیل کی Replacement وہ ہر لمحے کر رہا ہے تو آپ اس کو کیا مشورہ دیں گے کہ کون سا سیل کہاں رکھو اور کس کو کیسا بناؤ؟ نہ یہ انسان کا کام ہے نہ اس کی اس میں استعداد ہے۔ دعا تو اللہ سے تعلق بنانے کے لئے ہے انسان کی تسلی وتشفی کے لئے ہے کہ اللہ اس کی بات سن رہا ہے اور جس دعا نے قبول ہو کر اپنا اثر دکھانا ہے وہ پہلے سے طے شدہ ہے لہٰذا دعا مانگنا ضروری ہے دعا

کروانا اچھی بات ہے۔اجتماع کے علاوہ جو آتا ہے اور تعویذ لیتا ہے تو میں اللہ کا نام پڑھ کر لکھ کر دے دیتا ہوں وہ چاہے تو شفا عطا کر دے نہ چاہے تو اس کی مرضی۔یہی دیکھ لیجئے مہینہ ہو گیا ہے روز بارش کے لئے دعا کرتے ہیں باقی سب طرف ہو جاتی ہے یہاں نہیں ہوتی تو کون اس سے زبردستی بارش کروا سکتا ہے جب اس کا پروگرام ہو گا بارش ضرور ہو گی پھر اسے کوئی روک نہیں سکتا۔دعا بارگاہ الٰہی میں بات کرنے کا ایک بہانہ ہے اور یہی اس کا مقصد ہے۔دعا نقش و تعویذ بھی باقی تمام دوا اور علاج کی طرح ہے جس طرح ٹیکہ لگوایا جاتا ہے دوائی کھائی جاتی ہے اسی طرح تعویذ کو پانی میں ڈال کر پانی پینا بھی ایک علاج ہے اللہ صحت عطا کر دے تو اس کی عطا ہے وہ قادر ہے اور نہ دے تو اس کی مرضی،لیکن اجتماع میں نہ نقش کے لئے آئیں نہ ملاقات کے لئے نہ دعا کروانے کے لئے،جو بندہ محض ذکر کے لئے روحانی فائدے کے لئے آتا ہے میں منع کر دیتا ہوں کہ اسے گپ شپ اور تعویذوں کی ضرورت نہیں وہ اپنے مقصد پر متوجہ رہے لہٰذا یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ آئندہ بھی اجتماع میں آئیں تو صرف استفادے کے لئے آئیں یہ حقیقی،دائمی اور مقصودی چیز ہے اجتماع میں خالص اور کھری نیت حصول فیض کی ہو لہٰذا اگر کسی کو ملاقات نہ ہونے کا شکوہ ہے تو یہ شکایت ذاکرین کے دل میں نہیں ہونی چاہیے بلکہ انہیں ان معاملات کو سمجھنا چاہیے۔

ایک اور بات سامنے آئی ہے کہ ذاکرین میں سے بعض یہ جاننا چاہتے ہیں کہ صوفیاء کے ہاں مناصب ہوتے ہیں ابدال،اقطاب اور غوث ہوتے ہیں تو کیا ہماری جماعت میں بھی کوئی ہے اور اگر ہے تو کون ہے؟

احادیث مبارکہ میں ان مناصب کا تذکرہ ملتا ہے۔ دلائل السلوک میں بھی ان کے بارے تفصیل دی گئی ہے اور دیگر صوفیائے کرام نے بھی نقل فرمایا ہے کہ یہ مناصب ہوتے ہیں۔ابدال ہوتے ہیں اُن کے اوپر اقطاب ہوتے ہیں۔ قطب ابدال،قطب ارشاد،قطب مدار یہ دنیا میں چار لوگ ہوتے ہیں پھر غوث ہوتا ہے اور یہ روئے زمین پر ایک وقت میں ایک ہستی ہوتی ہے۔غوث تک تو بہت سے حضرات نے لکھا ہے اس سے آگے کی بات حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے غوث ترقی کر کے فرد بنتے ہیں فرد کو ترقی ہو تو قطب وحدت بنتا ہے اور اس سے بھی منصب بلند ہو تو صدیق بنتا ہے۔صدیق بھی ترقی کرے تو ایک دائرہ قطب عبدیت ہے ایک منصب عبدیت ہوتا ہے لیکن یہ بہت شاذ ہے......غوث سے آگے کی بات کرنا اتنا آسان نہیں یہ سب کیا ہوتے ہیں؟ یہ اس کا اپنا نظام ہے۔جیسے آسمان پر سورج بھی ہے چاند بھی،ستارے اور سیارے بھی ان سب سے دنیا کے بے شمار کام وابستہ ہیں۔سورج نکلتا ہے تو جہاں وہ چیونٹی کے انڈے کو حرارت پہنچاتا ہے وہاں ہاتھی کو بھی گرمی وہی پہنچاتا ہے اسی کی روشنی سے فصلیں پکتی ہیں پودے اُگتے ہیں اور بھی بے شمار کام اس سے وابستہ ہیں لیکن کیا سورج کو یہ علم ہے کہ اس کی روشنی سے کیا کیا کام لیا جا رہا ہے؟ سورج

کو اس کا علم نہیں ہوتا اسی طرح چاند کی چاندنی سے سمندروں میں تلاطم پیدا ہوتا ہے آکسیجن سمندر کی نچلی تہہ تک پہنچ جاتی ہے یہ مدو جزر سمندری حیات کی ضرورت ہے۔ چاند کی چاندنی سے پھلوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔ تو کیا چاند کو خبر ہے کہ اس کی چاندنی سے کیا کیا کام لیے جا رہے ہیں اسی طرح جو صاحب منصب ہوتے ہیں ان کے وجودوں کو اللہ کریم یہ اعزاز دے دیتے ہیں کہ ان کی برکت سے بعض امور انجام پذیر ہوتے ہیں لیکن صاحب منصب کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے پاس منصب ہے وہ قبر میں جاتا ہے تو آنکھ کھلتی ہے کہ وہ دنیا میں بھی صاحب منصب تھا بہت کم بزرگ گزرے ہیں جن کو زندگی میں پتہ ہو کہ ان کے پاس منصب ہے ورنہ اکثر خود صاحب منصب کو پتہ نہیں ہوتا جب یہ قدرت کا اپنا نظام ہے تو پھر میں اور آپ اس کی کُرید کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ اور دنیا میں جو اشتہار لکھے نظر آتے ہیں تو وہ لکھنے والوں کو مناصب کی درست ترتیب تک پتہ نہیں ہوتی اکثر اشتہاروں میں پہلے نام ہوتا ہے پھر نام کے ساتھ غوث زماں اس سے آگے لکھا ہوتا ہے ۔قطب دوراں، حالانکہ غوث اپنے زمانے میں ایک ہوتا ہے اور قطب اس سے نیچے تو یہ بات تو عام لوگوں کو پتہ ہی نہیں ہوتی وہ ویسے ہی جو جی چاہے نام کے ساتھ نتھی کرتے رہتے ہیں لہٰذا یہ اُمید کم از کم مجھ سے نہ رکھیں کہ میں نشاندہی کر دوں گا کہ فلاں غوث ہے اور فلاں قطب، جب یہ قبر میں جائیں گے تو انہیں پتہ چل جائے گا کہ کون کیا ہے؟ اور جن ساتھیوں کو یہ جستجو ہے اُن کی یہ جستجو ہی فضول ہے اور یہ اللہ کی عطا ہے وہ جانے اور اس کی مخلوق جانے لوگ کون ہوتے ہیں اس کی عطا کے پیمانے ناپنے والے۔

یہاں جان کے لالے پڑے ہیں اور یہ چلے ہیں غوث بننے ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کرے نجات ہو جائے عذاب الٰہی سے بچ جائیں اس کے غضب سے بچ جائیں۔ اس زمانے میں زندہ رہ کر آج کی غذا کھا کر آج کے دور کے کاروبار کر کے اس عہد کے معاملات میں ملوث ہو کر نجات پا جانے والے کو میں ولی اللہ سمجھتا ہوں۔ آج جو بندہ عمل کو چھوڑ دے اس کا عمل اس کا رب جانے لیکن جو صحیح عقیدہ لیکر دنیا سے اُٹھ جائے میں سمجھتا ہوں وہ ولی اللہ ہے آج اتنا مشکل وقت آ گیا ہے کہ صحت عقیدہ خطرے میں پڑ گئی ہے لہٰذا یہ سوال فضول ہے اس کی جستجو میں نہ پڑیں بلکہ یہ دیکھیں کہ میں اتباع رسالت میں یہاں ہوں ؟ جتنا کسی کو باطنی فیض نصیب ہوگا اتنا اس کو خلوص سے اتباع رسالت نصیب ہوگا یہ معیار ہے اور یہی پیمانہ ہے خود کو اس پیمانے پر ماپیئے جتنی برکات قلبی نصیب ہوں گی اتنا اتباع رسالت نصیب ہوگا عملی زندگی میں بھی عقیدے، سوچ، فکر اور دل میں بھی۔ یہ پیمانہ ہر ایک کے پاس ہے ہر بندے کے حال سے یا تو وہ خود واقف ہے یا اس کا خالق و مالک۔ میں اور آپ ایک دوسرے کو اندر سے نہیں دیکھ سکتے لہٰذا اس بات کی کھوج میں رہنا کہ فلاں غوث ہو گیا اور فلاں قطب انتہائی غلط ہے۔ نقال صوفیوں نے ایسے مناصب بانٹ رکھے ہیں کئی کئی غوث بنا

رکھے ہیں ۔آپ کا کیا خیال ہے یہاں بھی چٹیں تقسیم کردی جائیں!کسی کے سینے پر غوث لکھ دیا جائے اور کسی کے سینے پر کچھ اور!

حضرات! ہم غوث اور قطب نہیں بنا رہے ہم اللہ کے بندے بنانا چاہتے ہیں ہمارا نصب العین یہ ہے کہ اس زمانے میں الحاد کی تندو تیز آندھیوں سے گمراہی کے طوفانوں سے، بے حیائی کے تھپیڑوں سے بچ کر جتنے اللہ کے بندے بچائے جاسکیں بچالیے جائیں اور وہ بچ کر سنتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھنڈی چھاؤں میں آجائیں ہر قسم کی آفتوں سے بچ جائیں دو عالم کی مصیبتوں سے بچ جائیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامانِ رحمت میں جگہ پا جائیں جو اللہ کے عذاب سے بچ گئے وہ سب کچھ ہو گئے وہ غوث قطب ہو گئے ۔قرآن حکیم میں ارشاد باری ہے۔**ومن زحزح عن النار و اُدخل الجنہ فقد فاز** جو دوزخ سے بچ کر جنت چلا گیا وہ کامیاب ہوگیا۔

ایک ضروری عرض یہ کرنا چاہوں گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **بلغوا عنی ولوا اٰیۃ** جس کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارے پاس اگر ایک جملہ بھی میرا پہنچے تو وہ میری امانت ہے اسے آگے پہنچانا تمہارا فریضہ ہے ۔سو یہ برکاتِ نبوت، کیفیات قلبی، انوار و کیفیات اور مراقبات بہ فیضان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کسی مرد یا عورت کے پاس جتنا پہنچتا ہے اسے اتنا ہی پھیلانا لازم ہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم خود پابند صلوٰۃ ہیں لیکن اپنی اولاد کو نمازی نہیں دیکھتے اپنے گھر والوں کو بھی ذکر نہیں کراسکتے ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بیوی بچوں پر ڈنڈے برسا کر ذکر کراؤ لیکن بات تو پہنچاؤ نہیں مانتے تو اللہ کے حضور جانا ہے بھگت لیں گے اگر ہم اس نعمت کو اپنے گھروں تک نہیں پہنچا سکے تو پھر اپنے رشتہ داروں تک کب پہنچائیں گے اور رشتہ داروں تک نہیں پہنچاتے تو دوستوں کو کب بتائے ہوں گے اور نہیں بتاتے تو جرم کرتے ہیں۔

یہ امانت ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسے آگے پہنچایا جانا چاہیے یہ قیمتی بات ہے اس کے قیمتی ہونے کا احساس ہو تو آگے پھیلائی جائے گی۔ بڑی سادہ سی بات ہے آج اگر کوئی یہ کہہ دے کہ وہ ایک تجارتی کمپنی بنانا چاہتا ہے اس میں اتنا منافع ہو گا اس میں اتنے حصے ہیں تو دیکھیں لوگ کس طرح پھیل جائیں گے اور حصہ داری کر کے کروڑوں روپے جمع ہو جائیں گے خواہ وہ جمع کرنے والا خود ہی ہضم کر جائے اور ایسا اکثر ہوتا رہتا ہے اخبار ایسی خبروں سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں ۔اسی طرح آخرت کے لئے یہاں ایک تجارتی کمپنی بن رہی ہے اس میں گناہوں کی معافی، نیکیوں کی قبولیت اور نیکیوں کی توفیق ملنا ہی اس کا منافع ہے اس کے لئے وقت اور محنت چاہیئے یہاں کا سرمایہ دولت نہیں خلوص کے ساتھ مجاہدہ ہے تو پھر محنت کریں اللہ کرے ہم جتنے ساتھی یہاں آج بیٹھے ہیں اگلے اجتماع میں ایک ایک بندہ ساتھ لے آئیں تو اس طرح ہم دو گنا ہو جائیں گے اور اگر دو دو بندے ساتھ لے آئیں تو تین گنا ہو جائیں گے ۔کیا آپ نے دیکھا نہیں ہے کہ سیاسی جماعتوں والے کس

طرح لوگوں سے چمٹ چمٹ کر اپنی جماعتوں کی تعداد بڑھاتے ہیں یا تجارتی شعبوں کے افراد کس طرح لوگوں کو مائل کرتے ہیں تو ذکر الٰہی، معرفت الٰہی، برکات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت ہے جس کے پاس جتنی ہے اُسے آگے پہنچانا اس کا فریضہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے **بلغوا عنی ولوآیۃ** (مسلم) میری طرف سے پہنچا دو خواہ ایک آیت ہو ہمارے ذمے سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات دوسروں تک پہنچائیں کوئی مانتا ہے یا نہیں مانتا وہ جانے اور اس کا رب جانے۔ حیرانی کی بات ہے کہ چور اپنی مجلس میں بیٹھ کر فخر سے کہتے ہیں کہ انہوں نے اتنی چوریاں کیں ڈاکو اور قاتل اسے اپنی بہادری سمجھ کر بیان کرتے ہیں کہ کتنی لوٹ مار کی اور قتل کیے اور یہ اللہ اللہ کرنے والے کیسے ہیں کہ انہیں یہ شرم آتی ہے کہ انہوں نے اتنی اللہ اللہ کی۔ ہمیں تو نہیں آتی ہم تو سرِ میدان کہتے ہیں لوگوں نے ہم پر فتوے بھی لگائے طعنے بھی دیئے شور بھی کیا آخر تھک کر خاموش ہو گئے۔ ذکر الٰہی تو اللہ کا انعام ہے **واما بنعمۃ ربک فحدث** (الضحیٰ آیت 11) اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ کی نعمت کا تذکرہ کرو اللہ جو انعام دیتا ہے اس کا ذکر کرنا چاہیے یہ بھی شکر کا ایک سلیقہ ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس نعمت کو آگے پہنچاہیے۔ پتہ نہیں یہ کب تک اللہ نے عام رکھنی ہے **الا نتباہ فی سلاسل اولیاء** میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نسبت اویسیہ چشمے کی طرح پھوٹتی ہے پھر آناً فاناً سیل رواں بن جاتی ہے اور دنیا میں پھیل جاتی ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہی لوگ دنیا میں چھائے ہوئے ہیں پھر جب اللہ چاہے یہ اس طرح زیر زمین چلی جاتی ہے جس طرح دریا ریت میں جذب ہو جاتا ہے پھر اس کا نام ونشان نہیں ملتا۔ چودہ صدیوں سے یہ اسی طرح چل رہی ہے آج بھی گیارہ واسطوں سے بارگاہ رسالت تک جا پہنچتی ہے سَو سَو، دو دو سَو سال کے فاصلے کے بعد زندہ ہو جاتی ہے آج اگر یہ طغیانی پر ہے اس کی لہریں کناروں سے باہر جا رہی ہیں تو اس کو چھپانے کا کیا مقصد کل شاید قدرت ہی ایسا وقت لے آئے کہ اسے چھپا دے سَو کوشش کریں کہ جو سیراب ہو سکتا ہے، جس کو حاصل ہو سکتا ہے، جس کے نصیب میں ہے اس تک پہنچا دیں۔

صدائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے
جو آئے آئے کہ ہم دل کشادہ رکھتے ہیں

یہ اللہ کی بات ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہے یہ دین کی اساس ہے یہ دین ہے اسے عام کرو کم از کم ایک بندہ کسی ایک بندے کی اصلاح تو کر سکتا ہے اور یہ بات زبانی باتوں سے نہیں عملی طور پر ثابت کرو۔

قرآن حکیم میں آتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا ...... (النساء آیت 136) اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو ایمان لاؤ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دعویٰ ایمان تو کرتے ہو۔ ایمان لا کر اسے عملی زندگی میں ثابت کرو عملی زندگی میں پیش کرو کہ مومن ہو۔ پتہ چلے کہ یہ مسلمان ہے جھوٹ نہیں بولے گا پتہ چلے کہ یہ مسلمان ہے چوری نہیں کرے گا اس کی مسلمانی ظاہر کرے کہ ناجائز قتل نہیں

کرے گا پتہ چلے کہ یہ مسلمان ہے یہ کسی پر ظلم نہیں کرے گا یہ امن کا داعی ہے فساد نہیں کرے گا دوسرے کا حق ادا کرے گا اُن کے حقوق ضائع نہیں کرے گا اور اپنے حق کی حفاظت کرے گا اور فرمایا یہ بات عملی زندگی سے ثابت کرو تو یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اٰمِنُوْا ...... اے ایمان والو ایمان لا کر دکھاؤ پتہ چلے کہ یہ مسلمان ہے تو یہ ساری کوشش و محنت اس لئے ہے کہ عقیدے سے لے کر عمل تک ہماری زندگی ایمان کی تصویر بن جائے۔ میرے بھائی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں کہ کب کس کا ساتھ چھوڑ جائے۔ یہ زندگی ابدی حیات نہیں ہے یہ حیات کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے یہ حصہ ختم ہوگا تو اصل حیات کی ابتداء ہو جائے گی اس زندگی کے لئے جو کچھ خریدنا ہے وہ دنیا کی زندگی کے بازار سے اکٹھا کرنا ہے یہاں جو خریدنا ہے خرید سکتے ہیں وقت ایک سکہ ہے ایک ایک سانس نقدی ہے۔ نقدی خرچ ہو رہی ہے دیکھنا یہ ہے کہ ہم خرید کیا رہے ہیں کچھ نہ کچھ تو خرید رہے ہیں۔ بھلائی یا برائی؟ یہ ہمیں یہیں دیکھنا ہے کہ ہم اپنے لئے سانپ اور بچھو خرید رہے ہیں یا آرام دہ بستر۔ دارِ عمل میں عمل کرنے کے لئے کوئی واپس نہیں آئے گا تو محنت کرو۔

رمضان شریف کی آمد آمد ہے ہر ایک کو انتظار ہے گنتی کے دن ہوں گے اور پتہ بھی نہیں چلے گا اور رمضان گزر جائے گا۔ اس سے پہلے اجتماع کی آمد آمد کی تیاریاں تھیں کہ ایندھن اکٹھا کرو گوشت کے لئے جانوروں کا انتظام کرو۔ غلہ اکٹھا کرو آنے والوں کے ٹھہرنے کا انتظام کرو ایک ہنگامہ تھا پھر اجتماع شروع ہوا باب رحمت وا ہوا اللہ کے طالب اکٹھے ہوئے۔

ع حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم و بہار آخر شد

ع وصل کا دن آیا اور اتنا مختصر!
دن گنے جاتے تھے اس دن کے لئے

سال بھر ان دنوں کا انتظار رہتا ہے چند دن آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں پھر کس کو زندگی فرصت دیتی ہے اور کس کو نہیں دیتی یہ اللہ جانتا ہے۔

میرے بھائی! میری گزارش ہے کہ مقصد پر نظر رکھو اس مرتبہ کا اجتماع بحمد للہ مکمل ہوا۔ اجتماع تمام نہیں ہوتا اس دفعہ کا مکمل ہوا اگلا پھر آجائے گا اور پچھلے سال سے ساتھیوں کو یہ سہولت دی گئی ہے کہ وہ سارا سال آسکتے ہیں قیام کر سکتے ہیں رہ سکتے ہیں اس لئے کہ ایسے بہت سے ساتھی ہیں جنہیں اجتماع کے دنوں میں کام سے رخصت نہیں ملتی یا ملک سے باہر ہوتے ہیں تو وہ جب بھی فرصت پائیں یہاں آئیں جتنا وقت بھی رہنا چاہیں یہاں رہیں اجتماع بحمد للہ سارا سال جاری رہتا ہے جتنا وقت کسی کے پاس ہو وہ آئے جتنا جی چاہے رہے۔ اس لحاظ سے اس کی ابتدا تو ہے انتہا نہیں رہی یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ اب یہ سارا سال جاری رہتا ہے آئندہ بھی اللہ انشاء اللہ اس گھر کو آباد رکھے۔

ساری محنت کا حاصل اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے فرمایا ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی اگر تم اپنے خالق و مالک سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع اختیار کر لو یحببکم اللہ پھر اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اگر اللہ کے عاشق ہو تو پھر میرے

(صلی اللہ علیہ وسلم) پیچھے چلو اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔ اللہ کریم توفیق نصیب فرمائے ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے غلطیوں کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اپنی یاد میں زندہ رکھے اپنی یاد میں موت دے میدانِ حشر میں اپنی یاد میں اٹھائے۔

وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العلمین

دعا

اللّٰھم ربنا لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعفنا قبل ذٰلک اللّٰھم لا تسلط علینا من لا یرحمنا انت ولینا فی سفرنا و حضرنا فی مالنا وانت ولینا فی الدنیا و الأخرۃ توفنا مسلمین و الحقنا بالصٰلحین. اللّٰھم انصر الاسلام والمسلمین. اللّٰھم اعز الاسلام والمسلمین فانک علیٰ کُلّ شیءٍ قدیر. اللّٰھم نور قلوبنا بنور المعرفۃ والایمان. اللّٰھم ارزقنا اتباع نبیک و اتباع خلفاء الرشدین المھدیین.

اللہ کریم! ہماری خطائیں معاف فرما ہمیں بخش دے ہمارے والدین کو بخش دے ہماری اولادوں کو بخش دے ہمارے ملنے جلنے والوں کو بخش دے جو دنیا سے گزر گئے ہیں اُن پر رحم فرما جو باقی ہیں انہیں ہدایت نصیب فرما جو آنے والے ہیں اُن کی ہدایت کے سامان فرما۔ اللہ کریم اپنے نام اور اپنی یاد میں زندہ رکھ یا اللہ ہمارے رگ رگ میں نس نس میں ہر سیل میں اپنے نام کی برکات سمو دے۔ الہ العلمین بیماروں کو شفا عطا فرما، بے روزگاروں کو مجبوروں کو مسائل سے خلاصی عطا کر یا اللہ! ہم کمزور لوگ ہیں ہم امتحان کے قابل نہیں ہیں اللہ اپنے امتحانوں سے محفوظ رکھ اپنی رحمت سے نواز ہمیں خطاؤں سے محفوظ فرما گناہوں سے بچا۔ اے اللہ اپنی رحمت کا سہارا عطا کر۔ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما صحابہ کرام، متقدمین اور اہل اللہ کے نقش قدم پر رکھ یا اللہ! اپنے بندوں کے ساتھ زندگی نصیب فرما اپنے بندوں کے ساتھ موت نصیب فرما اپنے بندوں کے ساتھ حشر نصیب فرما اے اللہ ہم ناچیز و کمزور ہیں۔ تیری رحمت کے سوا کوئی چارہ نہیں اپنی رحمت سے محروم نہ فرمانا۔

اللّٰھم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب فیہ ان اللہ لایخلف المیعاد اللّٰھم ربنا الیک توکلنا و الیک انبنا و الیک المصیر. اللّٰھم ربنا سھلنا امورنا کُلّھا فی دیننا و دنیانا.

ربِّ لیسر ربِّ لیسّر ربِّ لیسّر ولا تُعسِّر و تمم بالخیر

اللہ کریم اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھ اللہ کریم اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھ اللہ کریم اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھ اس پر حق و انصاف و صداقت کی حکمرانی فرما اس پر حق وصداقت کی حکومت قائم فرما تو ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ زندگی و موت اپنے بندوں کے ساتھ وابستہ رکھ اللہ کریم! میدانِ حشر کی رسوائی سے پناہ عطا فرما دنیا و آخرت کی رسوائی سے پناہ عطا فرما ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ و قنا عذاب النار اللّٰھم ربنا انزل علینا من السماء ماءً مبارکاً نافعاً غیر نافعاً غیر ضارٍ اللّٰھم اسقنا غیثاً مغثیا مریعا نافعاً غیر ضارٍ۔

اللّٰھم ربنا لا تؤاخذنا اِن سینا اَو اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اِصراً کما حملتہٗ علی الذین من قبلنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنابہ و اعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکٰفرین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و اٰلہٖ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الرحمین۔

خوشخبری

حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب و حکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرّم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹرو کیئر — Cholestro Care — Rs.300 — کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے

پین گو — Pain Go — Rs.100 — ہر طرح کے درد کے لئے مفید ہے

ہیر گارڈ آئل — Hair guard Oil — Rs.500 — بالوں کی صحت کے لئے مفید ہے۔

Cough — Rs.30 — کھانسی کیلئے گولیاں

ملنے کا پتہ:- دار العرفان منارہ، ضلع چکوال فون 0543-562200

17- اویسیہ ٹاؤن شپ، لاہور فون 042-5182727

اجتماعی عذاب سے نجات کا واحد حل توبہ

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ چکوال　　اکرام التفاسیر

پارہ لایحب اللہ　　سورہ المائدہ　　رکوع 6
آیات 36-37

انسان خالق کائنات کا ایک شاہکار ہے اور اس کی خلقت اپنے اندر بڑے عجائبات رکھتی ہے جن سے کماحقہ آگاہ ہونا شاید اس دنیا میں ممکن نہیں۔ اس کا وجود خاکی ہے مادی اجزاء سے مرتب ہے لیکن اس میں روح عالم امر سے پھونکی گئی ہے۔ امر صفت باری ہے اور اللہ کی ذات ازلی ابدی ہے اور اس کی صفات بھی ازلی ابدی ہیں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ انسان کی تخلیق میں اللہ نے فانی شے کو لافانی کا جوڑ لگا کر انسان کو بقاء دائمی عطا کردی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے الا لہ الخلق والامر (الاعراف 54) عالم خلق بھی اللہ کا ہے عالم امر بھی اسی کا ہے۔ بدن انسانی مادی ہے اور عالم خلق میں فنا ہے۔ بدن میں روح عالم امر سے ہے اور عالم امر کو فنا نہیں۔ جب روح کو فنا نہیں تو بدن کو اس کے ساتھ مل کر بقا مل جاتی ہے اس طرح بدن روح کا لباس ہے اور اس کے لئے سواری کی حیثیت رکھتا ہے۔ روح کو دوام ہے اور دنیا عارضی ہے اس عارضی دنیا میں کام کرنے کے لئے بدن ہے جب روح سلامت رہے گی تو اس کے کام کرنے کے لئے بدن بھی سلامت رہے گا جیسے زندہ انسان کی جب تک زندگی رہے اسباب و وسائل کی ضرورت رہتی ہے اور جب زندگی نہ رہے ان وسائل کی بھی ضرورت نہیں رہتی اسی طرح روح اصل انسان ہے اور بدن اس کا آلہ ہے۔

تخلیق انسانی کے کئی مراحل ہیں۔ ارواح اللہ کے پاس ہیں وجود زمین میں منتشر رہتے ہیں جب اللہ کریم چاہتا ہے اس انسان کے اجزائے مادی جمع ہونا شروع ہو جاتے ہیں جب کسی کی تخلیق کا وقت آ جاتا ہے مٹی میں سے کہیں اس کے لئے غذا بن کر باہر آتی ہے کہیں دوا کہیں پھل کی صورت میں کہیں غلے کی صورت میں۔ والد جب غذا کھاتا ہے تو اولاد کے حصے کی جو مٹی غذا کی صورت میں اس کے جسم میں داخل ہوتی ہے وہ اس کے صلب میں محفوظ ہو جاتی ہے۔ انسانی زندگی کے سفر کا ایک حصہ یہ ہے کہ پھر وہ اجزاء صلب پدر سے شکم مادر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ شکم مادر میں جب انسانی وجود مکمل ہو جاتا ہے تو اللہ کریم اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دیتے ہیں۔ وہ نہ تو ہمیشہ صلب پدر میں رہتا ہے اور نہ شکم مادر میں رہتا ہے پھر وہ دنیا میں آ جاتا ہے۔ دنیا میں جتنا وقت اسے اللہ نے عطا کیا ہوتا ہے اتنا مقررہ وقت یہاں گزار کر وہ برزخ چلا جاتا ہے۔ دنیا سے جانے والوں کے لئے برزخ ایک انتظار گاہ ہے جہاں سب میدان حشر کا انتظار کرتے ہیں۔ جب قیامت قائم ہو گی تب تک سارے انسان وہاں پہنچ چکے ہوں گے عرصے کے اعتبار سے یا قیام کی مدت کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو برزخ اور میدان حشر طویل عرصہ ہیں اور ان کی نسبت دنیا میں گزارا جانے والا عرصہ مختصر ہے۔ انسانی سفر میں اس کی زندگی کا وہ حصہ جو وہ دنیا میں

بسر کرتا ہے وہ چھوٹا بھی ہے اور امتحانوں سے پر بھی ہے اس میں اس کی ایک ہی آزمائش ہے زندگی کے ہر امتحان میں ایک ہی جانچ اور پرکھ ہے کہ اس کا انتخاب کیا ہے؟ کیا وہ اللہ کی رضا کا طالب ہے یا اس کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ دنیا میں رہتے بستے ہوئے دونوں میں سے ایک راستہ منتخب کرنا ہی پڑتا ہے جس راستے کا انتخاب کرتا ہے اس کی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔

دنیا مادی ہے دنیا میں رہنے کے لئے مادی تقاضے ہیں جو مادی طریقوں سے پورے ہوتے ہیں دنیا میں رہنے بسنے کے لیے مادی عقل دی گئی ہے، حواس دیئے گئے ہیں۔ دنیا کو دنیا اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سامنے ہے۔ قریبی شئے کو دنیا کہتے ہیں۔ چونکہ دنیا قریب ہے اور آخرت اوجھل تو اوجھل کو قریب سمجھنے کے لئے انبیاء کی رسالت کی ضرورت ہے۔ دنیا کی لذتیں ہمیں اس لئے محسوس ہوتی ہیں کہ دنیا ہمارے سامنے ہے اسے ہم خود دیکھتے ہیں ان دونوں کو براہ راست چکھتے ہیں۔ آخرت کو ہم نے دیکھا نہیں وہ ہم سے دور ہے ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے۔ آخرت کو ماننے کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتبار، اعتماد اور یقین چاہئے جتنا زیادہ اعتماد نصیب ہوتا چلا جاتا ہے اتنا آخرت قریب محسوس ہوتی ہے آخرت ایک حقیقت بن کر سامنے رہتی ہے لیکن جب انسان بھٹکتا ہے تو دنیاوی لذات پر فریفتہ ہو کر رہ جاتا ہے اور دنیاوی لذات کو حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ مال و دولت ہے۔ پھر انسان ہر صورت مال جمع کرنے میں محو ہو جاتا ہے نہ اُسے آخرت یاد رہتی ہے نہ یاد الٰہی رہتی ہے نہ حلال حرام کی تمیز ہوتی ہے نہ اس کا احساس۔ ہر حال میں بس یہی ایک دھن سوار رہتی ہے کہ اس کے پاس زیادہ سے زیادہ مال ہو جس نے کفر کا راستہ چن لیا ایمان کا راستہ نہ چنا جس نے تعلیمات نبوت کا انکار کر دیا اور صرف مال جمع کرنے میں عمر ضائع کر دی تو اس کے مال و دولت کا انجام کیا ہوگا۔ ان الذین کفروا لوانّ لھم مافی الارض جمیعاً وّ مثلہ معہ لیفتدوا بہٖ من عذاب یوم القیٰمۃ ما تقبل منھم ج و لھم عذاب الیم ٥

اللہ کریم ارشاد فرما رہے ہیں کہ انسان کی جان پر جب کوئی مصیبت آجاتی ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ جان بچانے کے لئے جتنا مال بھی خرچ ہوتا ہے ہو جائے لیکن جان بچ جائے لیکن ایسا شخص جس نے ایمان کا راستہ چھوڑ کر کفر کا راستہ اختیار کیا وہ اگر چاہے کہ مال دے کر جان بچا سکے تو ایسا ہونا ممکن نہیں۔ فرمایا کہ اگر دنیا کی ساری دولت بھی کسی کو مل جائے جو کہ محال ہے اور اس کے علاوہ بھی روئے زمین کا سارا سرمایہ اکٹھا ہو کر کسی ایک آدمی کے پاس آجائے جو کہ محال ہے اور وہ اس سرمائے کو دے کر کفر کی مصیبت سے اپنی جان چھڑانا چاہے تو اللہ کریم اسے قبول نہیں فرمائیں گے کہ میدان حشر میں مال و دولت کی نہ کوئی حیثیت ہے نہ اس کا کوئی فائدہ وہاں صرف یقین آخرت، ایمان بالغیب اور اطاعت الٰہی و اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت کام آئے گی۔ ولھم عذاب علیم ٥ کفر پر مرنے والوں کو بہت دردناک عذاب ہوگا۔

حق یہ ہے کہ دنیا میں بیٹھ کر آخرت کی نعمتوں اور آخرت کے عذابوں کو سمجھنا مشکل ہے ہم چاہیں بھی تو نہیں سمجھ سکتے سوائے اس کے کہ اللہ کریم اپنے فضل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا تعلق عطا فرما دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ایسا یقین نصیب ہو کہ اخروی حقائق حقیقت بن کر محسوس ہوں۔

ہمارے ایک ہیڈ ماسٹر صاحب نے لڑکپن میں ہمیں جنت کی نعمتوں کے بارے ایک لیکچر دیا جس میں انہوں نے فرمایا کہ اللہ کریم نے جنت میں جو نعمتیں پیدا کی ہیں انہیں ہم دنیا میں سمجھنا چاہیں تو جان نہیں سکتے۔ جس طرح ہم کسی ایسے شخص کو

ریل گاڑی اور اس کے سفر، اس کی برق رفتاری، اس کی لذتوں کے بارے نہیں بتا سکتے جس نے کبھی پہیہ کا زمانہ نہ پایا جو پہیے کی ایجاد سے پہلے زمانے کا شخص ہو اُسے جتنی بھی معلومات ریل گاڑی کی دی جائیں گی وہ اس کے لئے بے معنی ہوں گی کیونکہ وہ انہیں سمجھ ہی نہیں سکے گا اسی طرح ہم آخرت کے عذابوں اور اس کی تکالیف کو نہیں جان سکتے ہم جتنا چاہیں سوچ لیں ہم یہاں بیٹھ کر نہیں سمجھ سکتے نہ اس کی شدّت کا اندازہ لگا سکتے ہیں وہ اللہ کریم کی ناراضگی کا مظہر ہیں۔ اللہ پناہ دے لیکن سمجھ نہیں آتی سمجھ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد کرنے سے آتی ہے اور ان عذابوں سے بچنے کی توفیق بھی عطا ہوتی ہے۔

شریعت اللہ کا حکم ہے اور حق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اس کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں قرآن حکیم نے جنت کی نعمتوں کے فزوں تر ہونے کے بارے ارشاد فرمایا یہ حق ہے اور کفر پر عذاب الیم کی وعید سنائی یہ بھی حق ہے۔ ان حقائق کو موجودہ سائنس نے اس طرح واضح کیا ہے کہ ہر انسانی وجود مختلف چھوٹے چھوٹے ذرات کا مجموعہ ہے سر تا پاؤں سب ذرات جمع کیے جائیں تو اڑھائی کھرب سیل بنتے ہیں۔ ان کا ایک اپنا جہان ہے کتنے سیل مر جاتے ہیں اور نئے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہر چھ ماہ میں وجود میں تمام نئے سیل ہوتے اور تمام پرانے جھڑ چکے ہوتے ہیں۔ اس حساب کتاب سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ جب اللہ کریم کی نافرمانی کر کے ایمان چھوڑ کر کوئی شخص کفر اختیار کر لیتا ہے تو دنیا میں جتنا عرصہ وہ رہتا ہے اتنے عرصے کے تمام ذرات اکٹھے ہو کر اس کی آخرت میں اس کے عذاب میں شریک ہوں گے۔ اگر اسے عذاب کی تکلیف ہوگی تو ہر سیل کا درد الگ ہوگا اگر اسے کفر کے انتخاب پر آگ کا عذاب ہوگا تو ہر سیل کو اس کے گناہ کے برابر جلایا جائے گا یوں سمجھنے کے لئے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کھربوں قسم کا درد آگ کے ایک ایک بگولے میں ہوگا۔ یہ تکلیف کتنی شدید ہوگی اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جبکہ قیامت کو یہ حقیقت بن کر سامنے نظر آنے لگ جائے گا۔

اس آیت میں اللہ کریم یہی بات ارشاد فرما رہے ہیں کہ جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے اور کفر پر ہی مر گئے انہوں نے عذاب الٰہی کی پرواہ نہیں کی اور دنیا میں صرف مال جمع کرنے پر ہی لگے رہے وہ جب حشر میں ہوں گے اور عذاب الیم کی صورت دیکھیں گے تو وہ چاہیں گے کہ سارا مال و دولت دے کر اس عذاب سے بچ جائیں تو ایسا ہونا ممکن نہیں ہوگا۔ اس بات کو اللہ کریم یوں سمجھا رہے ہیں کہ اگر کسی کے پاس روئے زمین کی ساری دولت بھی جمع ہو جائے اور وہ ساری دولت دے کر جان بچانا چاہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ وہ اس دولت کو قبول نہیں فرمائیں گے کہ مال ہو یا دولت یہ تو اللہ کی ملکیت ہے اس نے دنیا میں استعمال کے لئے دی تھی اس کے حصول کا طریقہ بتایا تھا۔ استعمال کا سلیقہ سکھایا تھا لیکن انسان نے اتباع رسالت کا دامن نہ پکڑا اللہ کے مال کو ناجائز ذرائع سے حاصل کیا ناجائز طریقوں سے خرچ کیا اب اس کا نتیجہ بھی انہیں خود ہی بھگتنا ہے۔

اسی طرح جنہیں نجات نصیب ہوگی اُن کے بھی سارے سیل وجود کا حصہ بنیں گے۔ ہر نعمت جو جنتی کو نصیب ہوگی اس میں ہر سیل تک وہ راحت پہنچے گی اس لئے کہ جسم کے وہ ذرات دنیا میں نیکی کرتے وقت اس کے جسم کا حصہ تھے یوں ایک ایک لقمے میں ہزاروں لذتیں نصیب ہوں گی جو یہاں شمار نہیں کی جا سکتیں۔

اس دنیا میں بس یہی آزمائش ہے کہ انسان اپنے لئے کون سا راستہ چنتا ہے۔ اس آیت سے پہلے تاکید کی گئی ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ اللہ کی رضا، اللہ کے قرب اور اس کی

محبت کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔ یہی کامیابی کا راستہ ہے اور اگر اس راستے سے ہٹ گئے اور کفر پر مر گئے تو پھر خواہ ساری زندگی مال جمع کرنے پر لگا دی ہو ملے گا اتنا ہی مال جتنا مقدر تھا۔ ساری دنیا پھر بھی نہیں ملے گی۔ اور بالفرض کسی کے پاس ساری دنیا بھی آجائے تو وہ اس کو اللہ کی گرفت سے اور اس کے عذاب سے نہیں بچا سکے گی۔ ولھم عذاب الیم ٥ اُن کے لئے بڑا سخت عذاب تیار ہوگا۔ عذاب تو خود عذاب ہے ویسے ہی سخت تکلیف دہ چیز ہے اس پر اللہ کریم ''الیم'' کا اضافہ کر دیں تو کیا کیفیت ہوگی؟ اللہ پناہ دے۔ یریدون ان یخرجوا من النار وہ تو چاہیں گے کہ اس آگ سے جہنم کی آگ سے کسی طرح نکل جائیں۔ وما ھم بخرجین منھا لیکن اس آگ سے نکل نہ سکیں گے اس آگ سے نکلنے کا اُن کے پاس کوئی ذریعہ نہ ہوگا ولھم عذاب مقیم ٥ یہ عذاب اُن پر ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ چونکہ انسان کو ابد الآباد کی زندگی جینا ہے خواہ کفر کے نتیجے میں جہنم میں پہنچے یا ایمان وعمل صالح کے نتیجے میں اللہ کی رحمت پا کر جنت میں داخل ہو وہ ہمیشہ رہے گا۔ انسان کو ختم نہیں ہونا۔ اسی طرح عذاب مقیم سے بھی یہی مراد ہے کہ نہ انسان کو موت آئے گی نہ اس کا عذاب ختم ہوگا وہ ہمیشہ ہمیشہ اس پر رہے گا۔

دنیا میں انسان کے لئے دونوں راستے کھلے ہیں دعوت الی اللہ مل رہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ موجود ہیں کتاب الٰہی اور اس کی تفسیر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے۔

آج ہم اپنے سارے اسلامی علوم رکھتے ہوئے عبادات ونیکی کے کام کرنے کے باوجود کیوں بحیثیت مسلمان قوم تباہی کا شکار ہیں؟ کیوں ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں؟ اس لئے کہ جب اللہ کریم کسی سے ناراض ہو تو اس پر یہ عذاب آتا ہے کہ وہ قوم فرقوں اور گروہوں میں طبقوں میں تقسیم ہو جاتی ہے ہر گروہ دوسرے کو قتل کرنے کے درپے ہو جاتا ہے۔ یہ اجتماعی عذاب ہے جو قوم پر آچکا ہے۔

ملک میں حالات یہ ہیں کہ بلوچستان میں سو سے زیادہ تحریکیں چل رہی ہیں جو متشدد بھی ہیں جو مسلح ہیں اور اسلحہ استعمال بھی کر رہی ہیں یہ ساری علیحدگی پسند تحریکیں ہیں یہ چاہتی ہیں کہ انہیں ایک ٹکڑا زمین دے دیا جائے اور یہ علیحدہ ملک بنائیں۔ لیکن وہ جنہیں کبھی طالبان کبھی عسکریت پسند اور کبھی دہشت گرد کہا جاتا ہے کیا انہوں نے کسی علیحدہ ملک کا مطالبہ کیا ہے؟ اگر نہیں تو پھر لڑائی کس بات پر ہے؟ ہمارے سیاستدان کہتے ہیں کہ وہ اپنے خود ساختہ اسلام کو پورے ملک پر نافذ کرنا چاہتے ہیں ان کا مطالبہ ہے کہ نظام ریاست، نظام سلطنت، نظام حکومت کو اسلامی کیا جائے۔

ہم یہ مان لیتے ہیں کہ انہوں نے تشدد کا راستہ اپنا کر اُسے اسلام قرار دے دیا ہے۔ اور یہ غلط ہے وہ غلطی کر رہے ہیں اور یہ ان کی بہت بڑی زیادتی ہے کہ اگر وہ اسلام کا نفاذ چاہتے ہیں تو اس کے لئے بندوق اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ یہ کوئی کافر ملک نہیں ہے ان کے سامنے بھی مسلمان ہیں ان سے دلیل سے بات کریں گولی چلانے اور بم پھینکنے کی قطعاً ضرورت نہیں اور ان کا یہ عمل سراسر زیادتی ہے۔ لیکن ہمارے سیاست دان دینی جماعتیں خود کیوں اسلام نافذ نہیں کر رہے۔ طالبان کو تو چھوڑو کہ ان کا طریقہ درست نہیں جس اسلام کو طالبان لانا چاہتے ہیں اسے بھی رہنے دو لیکن جو صحیح اسلام ہے اسے تو نافذ کر دو جس اسلام کے لئے پاکستان بنا تھا اس اسلام کو نافذ کرنا تو حکومت کی اوّلین ذمہ داری ہے۔ حکومت خود اس کو نافذ کر دے۔ ملک میں چوٹی کے علماء موجود ہیں، حکمران اور علماء مل کر اسلام نافذ کر دیں لیکن بات یہ

ہے کہ ہمارے ملک کے سیاستدانوں کو حکمرانوں کو اور مقتدر طبقے کو نفاذ اسلام قبول نہیں وہ اسلام نافذ کرنا نہیں چاہتے۔

بڑی عجیب بات ہے کہ پھر پاکستان کیوں بنا؟ اگر اسلام نافذ نہیں ہونا تھا تو پھر جب انگریز برصغیر سے جا رہے تھے تو متحدہ ہندوستان بن جاتا جو نظام سلطنت انگریز نے دیا تھا حکمران اس کے مطابق اسے چلاتے رہتے پھر پاکستان کیوں بنایا گیا؟ پاکستان اس لئے بنایا گیا کہ پاکستان پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی حکمرانی ہو اور انگریز کا غلامانہ نظام ختم ہو۔ پاکستان پر اسلام کا نظام قائم ہو جہاں ہر ایک کو ملک کا شہری ہونے کے ناتے مساوی حقوق حاصل ہوں۔ ہر فرد کو زندہ رہنے کا حق ملے اس کے بچوں کو تعلیم ملے علاج معالجے کی سہولتیں ملیں، تعلیم اور روزگار کے مواقع ملیں۔ اسلام کا نظام عدل ہو جس میں فوری سستا اور حقیقی انصاف ملے۔

آج پاکستان کو بنے اکسٹھ برس ہو گئے کیا یہ ظلم نہیں کہ وہی انگریزی نظام ہم پر مسلط ہے جو انگریزوں نے غلام رعایا کے لئے بنایا تھا اس غلامانہ نظام کا ایک مقصد تھا وہ یہ کہ ساری مشقت غلام رعایا کرے اور ساری مراعات حکمران طبقہ کو ملیں۔ اسے نوآبادیاتی نظام کہتے تھے تمام محنت عوام کرتے اور اس کا ثمر تاج برطانیہ کو ملتا۔ جب انگریز ملک چھوڑنے لگے تو متحدہ ہندوستان سے پاکستان اس لئے علیحدہ ہوا کہ ہندوؤں کا تو کوئی مذہبی تشخص نہیں پوجا پاٹ ہی ان کا مذہب ہے ان کا نظام زندگی کسی مذہب اور اصول پر مبنی نہیں وہ انگریز کے نظام سلطنت میں رہ سکتے ہیں لیکن مسلمان تو امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں امت رسول ہاشمی ہیں مسلمانوں کا اپنا ضابطہ حیات ہے مسلمان قرآن سنت کے مطابق ریاست چلائیں گے۔ سب شہری عزت و آرام سے رہیں گے ہر غیر مسلم کو اس کے انسانی حقوق ملیں گے لیکن ہوا کیا؟ انگریز کے جانے کے بعد جو طبقہ برسر اقتدار آیا وہ آج تک اقتدار کے مزے لے رہا ہے۔ چالیس پچاس ایسے خاندان ہیں جو ہمیشہ برسر اقتدار رہتے ہیں اُن کے مرد نہ ہوں تو عورتیں حکمرانی کرتی ہیں اور عورتیں نہ ہوں تو اولاد حکومت کرتی ہے ساری سیاسی جماعتوں میں بھی انہی کی نسلیں سربراہی کرتی ہیں باقی پوری قوم غلامانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

کیا ان اکسٹھ برسوں میں ہم نے کوئی نظام تبدیل کیا؟ ہم نے نظام تعلیم کی اصلاح کی یا نظام معیشت کی اصلاح کی؟ ہاں تہتر کا دستور بنا۔ سیاستدانوں اور علما نے کاوش کی اور تحریری مسودہ آئین کی شکل میں تیار کر دیا گیا جس میں بنیادی بات یہ تھی کہ موجودہ نظام میں سے غیر اسلامی امور کو ختم کیا جائے اور قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالا جائے اور آئندہ ملک میں کوئی اسمبلی ایسا کوئی قانون نہیں بنائے گی جو شریعت اسلامیہ کے خلاف ہو۔ یہ جملہ دستور میں آج بھی موجود ہے۔ لیکن عملاً کیا ہوا؟ شریعت اسلامیہ کہاں نافذ ہوئی کون سے امور شریعت کے مطابق چلائے گئے؟ ہاں دستور میں تبدیلیاں ہوتی رہیں دستور آج تک بدلتے رہے اس نظام کو کسی نے نہیں بدلا جس میں محنت تو ہر شہری کو کرنی ہے اور ان کی محنت کا سارا پھل حکمرانوں اور مقتدر طبقے کو جانا ہے۔

اگر طالبان کا عسکریت پسندوں کا مطالبہ واقعی اسلام نافذ کرنے کا ہے تو اس کیلئے انہیں قتل عام کی بم دھماکوں کی ضرورت نہیں اس کے لئے پرامن جدوجہد کا راستہ اپنانے کی ضرورت ہے اور اگر وہ پرامن جدوجہد کرتے تو ان کی اس جدوجہد میں پورا ملک ان کے ساتھ دیتا۔ یہ کوئی اسلام نہیں کہ بے گناہ لوگوں کو معصوم شہریوں کو حکومت کے ملازمین کو خواہ وہ فوجی ہوں یا پولیس کے انہیں قتل کیا جائے اور مطالبہ نفاذ اسلام کا

ہو۔ جو ایسا کر رہے ہیں زیادتی کر رہے ہیں۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جو یہ سب کچھ کر رہے ہیں وہ تو ظالم ہیں لیکن حکومت کیوں اس کا حل نہیں سوچتی۔ اہل اقتدار کو دینی، سیاسی جماعتوں کو یہ کیوں سمجھ نہیں آتی کہ اُن کے نزدیک جو اسلام ہے اُسے وہ خود ملک پر نافذ کر دیں جب اسلامی نظام حکومت، نظام عدل ملک میں نافذ ہو جائے گا تو بدامنی خود بخود ختم ہو جائے گی لیکن اہل اقتدار اسلام نہیں چاہتے ہماری حکومت کی نمائندہ خواتین نیم برہنہ معززین ٹی وی مذاکرے میں گفتگو فرما رہی تھیں کہ طالبان نے انہیں کیا سمجھ رکھا ہے؟ کیا وہ مسلمان خواتین نہیں ہیں کیا وہ نمازیں نہیں پڑھتیں؟

بات یہ ہے کہ آج کی تہذیب یہی ہے کہ جتنا جتنا کوئی بے لباس ہوتا جائے اتنا ہی وہ معزز ہوتا جاتا ہے چونکہ موجودہ نمائندگانِ حکومت معزز ترین ہیں لہٰذا پائینچے بھی اوپر اٹھتے جا رہے ہیں اور بازو بھی چھوٹے ہوتے جا رہے ہیں اور دوپٹہ نہ ہونا تو معزز، مہذب اور شریف ہونے کی خاص علامت ہے اور پھر انہیں اپنے مسلمان اور نمازی ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔ اللہ کریم ہر نمازی کی نماز قبول کرے اور کسی کو مسلمانی کا دعویٰ ہے تو اسے کافر کہنے کا بھی کسی کو کوئی حق نہیں لیکن جو کچھ یہ نمائندگانِ حکومت عوام کے ساتھ کر رہے ہیں کیا اس کا ان کے پاس شرعی، اخلاقی یا ظاہری بھی کوئی جواز ہے؟

یہ کون سی جمہوریت ہے جس میں سالوں سے اقتدار انہی چند خاندانوں اور ان کی نسلوں میں گھوم رہا ہے یہ جواء ہے کہ جس کا جوئے کا اڈا ہو وہی ہمیشہ جیتتا ہے اور جو جواء کھیلنے آتا ہے وہ ہمیشہ رقم ہار کر چلا جاتا ہے یہاں ایسی جمہوریت ہے کہ وہی چالیس خاندان ہر سال حکمران بن جاتے ہیں جنہیں لوگ چند سال پہلے چور چور کے نعرے لگا کر بھگا دیتے ہیں پھر وہی چند سال بعد پاک صاف ہو کر نعروں کی گونج میں حکمرانی کی مسند پر براجمان ہو جاتے ہیں۔ مولانا سے سیاستدان تک سب کو یہی جمہوریت عزیز ہے۔ جس میں عوام پانی کے بغیر، بجلی کے بغیر اپنے اور حکومت کے خزانے میں بل جمع کراتے ہیں پھر ان کا پرسان حال بھی کوئی نہ ہو اور ایک ایک وزیر کے ساتھ دس دس حفاظتی گاڑیاں سفر کرتی رہیں اُن کے لئے ٹریفک روک دی جائے خواہ ایمبولینس میں مریض کی جان خطرے میں رہے لوگوں کو میلوں دور سے جا کر واپس اپنے گھروں تک آنے کے لئے مجبور کیا جائے تاکہ حکمرانوں کے لئے سڑکیں کھلی رہ سکیں۔ یہ حکمران کون سی قیمتی مخلوق ہے جو آسمانوں سے اتر آئی ہے جنہیں اپنی حفاظت کی فکر ہے ان کا کام تو عوام کی حفاظت کرنا تھا۔

یہ ہے جمہوریت جو عوام کو دی گئی ہے۔ کیا اس کے لئے پاکستان بنایا گیا تھا؟

بلاشک عسکریت پسند اور دہشت گرد غلطی کر رہے ہیں ہم اُن کی مذمت کرتے ہیں لیکن اسلام نافذ نہ کر کے اور عوام کو ظلم کی چکی میں پسنے کا جو جرم حکمران طبقہ کر رہا ہے۔ ہمیں اس کی بھی تائید نہیں کرنی چاہیے۔ کم از کم اب تو ہمیں یہ سوچ لینا چاہیے کہ انگریز نے جو ظالمانہ نظام نافذ کیا تھا وہ اس کی پوری قوت کے باوجود زیادہ دیر تک نہ چل سکا لوگوں نے بغاوت کر دی اور انہیں ملک چھوڑنا پڑا۔ برسر اقتدار چالیس خاندانوں نے بھی اکسٹھ برس یہ نظام چلا لیا۔ یہ ان کی بڑی کامیابی ہے ان کی دو نسلیں عیش کر گئیں اب رک جائیں بس کر دیں۔

فرقوں اور گروہوں میں بٹ جانا عذاب الٰہی ہے۔ اپنی بنیاد پر واپس آئے بغیر امن محال ہے۔ ہماری ملّت کی بنیاد اسلام ہے۔ گزشتہ پر نظر ڈال کر دیکھا جا سکتا ہے۔ مشرقی پاکستان کیوں جدا ہوا؟ دانشور سیاستدان بہت کچھ کہتے ہیں کبھی

کسی کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں کبھی کسی کو لیکن کوئی یہ نہیں کہتا کہ ہمارے اکٹھا ہونے کی بنیاد اسلام تھی باوجود مختلف زبان، مختلف رہن سہن مختلف موسم مختلف حالات کے ہم اکٹھے ہوئے تھے جس قوت نے ہمیں اکٹھا کیا تھا وہ اسلام تھا جب نظام کو اسلامی نہیں کیا گیا تو انہیں اکٹھا رہنے کی کیا ضرورت تھی؟ انہی کا فرانہ نظام کے تحت ہی رہنا تھا انگریز کے تیار کردہ غلامانہ نظام کو یہی جاری رکھنا تھا تو پھر انہیں کیا ضرورت تھی کہ وہ اپنی حکومت ایک ہزار میل کی دوری پر کسی کو سونپتے؟ انہیں علیحدہ ہونا تھا سو وہ الگ ہو گئے۔ یہ بات کوئی سیاستدان حکمران یا دینی سیاسی جماعتوں کے سربراہان بھی نہیں کہتے کوئی اسلام اور اسلامی نظام کا نام نہیں لیتا۔ دینی مدارس کے سربراہ بھی نہیں لیتے ہر کوئی عیش کر رہا ہے اسلام کے لئے گنجائش کسی کے پاس نہیں۔

عوام کو محنت کرنا ہے لیکن محنت کی کمائی پر جبراً ٹیکس لیا جاتا ہے اور پھر حکمرانوں کی عیاشیوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ انگریزوں نے برصغیر پر ظلماً جبراً قبضہ کیا عوام پر ٹیکسوں کی بھرمار کی اس لئے کہ ہم اس وقت غلام تھے ہمارے آج کے حکمرانوں نے ملک فتح تو نہیں کیا لیکن اسی فیصد ایسے ٹیکس ہم پر لاگو ہیں جو نظر نہیں آتے۔ کفن کے کپڑے پر بھی ستر قسم کے ٹیکس ہیں۔ آبیانہ کی مد ٹیکس ہے، تیل پر ٹیکس ہے، ٹریکٹر، کھاد، روٹی، سوت پر ٹیکس ہے کپڑا رنگنے پر، کپڑا مارکیٹ میں لانے پر، پرچون کی دکان پر پرچون اشیاء پر ٹیکس ہے۔ اشیائے ضرورت میں سے بالفرض کوئی شئے پانچ روپے کی ہے تو اس پر پندرہ روپے ٹیکس ہے۔

یہ ہے وہ جمہوریت جس میں عوام پستی ہے اور حکمران، سیاستدان، دینی سیاسی جماعتوں کے سربراہان سب عیش کرتے ہیں اور جمہوریت کا راگ الاپتے ہیں۔

قرآن حکیم کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ صرف یہی دنیا نہیں ہے جہاں لوگوں کو غلام بنا کر لوگ عیش کر لیں گے۔ بلکہ اس سے آگے بھی ایک دنیا ہے جو حقیقی ہے دائمی ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ جہاں جا کر اس دنیا میں کیے گئے فیصلوں کا اور کاموں کا انجام بھگتنا ہے۔ جہاں ہر ایک کو اپنا اپنا حساب دینا ہے۔ جس کے پاس حکومت ہے اسے ان کروڑوں لوگوں کے حقوق غصب کرنے کا حساب بھی دینا ہے۔

موجودہ دہشت گردی میری ذاتی رائے میں عذاب الٰہی ہے عذاب الٰہی تیروں توپوں اور بندوقوں سے نہیں ٹلا کرتا عذاب تو یہ کرنے سے ٹلا کرتا ہے۔ حکمرانوں کو علماء کو مشائخ اور پیروں کو اور عوام الناس کو سب کو چاہیے کہ اللہ کریم سے توبہ کریں معافی چاہیں جو گزر گیا اس پر نادم ہوں آئندہ کے لئے تمام بنی نوع انسان کو انسانی حقوق دلانے کی پوری کوشش کی جائے گی تو اللہ عذاب ہٹا دے گا وہ بڑا کریم ہے جہاں کوئی ارادہ کر لے کوشش شروع کر دے اللہ کریم اصلاح کی توفیق عطا کر دیتے ہیں۔

اللہ کریم فرماتے ہیں مومن کو تو یہ زیب ہی نہیں دیتا کہ وہ صرف مال جمع کرتا رہے اور اللہ کی اطاعت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے یہ تو کافر کا خاصہ ہے کہ اسے آخرت کا یقین نہیں اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں اور وہ ہر صورت مال جمع کرنے میں لگا رہتا ہے لیکن اس کا انجام یہ ہوگا کہ جب آخرت کا عذاب سامنے ہوگا تو وہ چاہے گا کہ دنیا بھر کا مال دگنا ہوتا اور اس کے پاس ہوتا تا کہ وہ دے کر جان چھڑا تا لیکن وہ اس وقت اپنی جان عذاب سے نہیں چھڑا سکے گا۔ اس عذاب سے نجات کا طریقہ دنیا میں دعا کرنا ہے دعا کا طریقہ یہ ہے کہ ہر بندہ توبہ کر کے اپنی اصلاح میں لگ جائے۔ دوسرا صحیح نہیں ہے تو ہم اپنے آپ کو صحیح کر لیں کیا پتہ اللہ کس کی توبہ قبول کر لے اور قوم پر رحم فرمائے۔

تزکیہ کیا ھے

تزکیہ کیا ہے؟ یہ دل پر وارد ہونے والی ایک کیفیت کا نام ہے جس کی اصل ذات پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جہاں یہ دولت لٹائی گئی کہ ایمان لا کر جسے اِک نگاہ نصیب ہوگئی۔ اسے تزکیہ میں وہ درجہ کمال حاصل ہوگیا کہ وہ صحابی کہلایا۔ اگر صحبت عالی میں نہ پہنچا تو بھی نیک صالح، غازی، شہید سب کچھ بن سکا مگر صحابی نہ بن سکا۔ تو یہ ایک انعکاسی عمل تھا جو صرف صحبت سے نصیب ہوتا تھا اور صحابی ایک ہی بلند مقام کا نام ہے جو تمام کمال اوصاف میں بعد از نبی ساری اُمت سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

(اقتباس از غبارِ راہ اوّل)

اسلم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

تعاون

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

پُل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2667571-2

آدابِ اعتکاف

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ چکوال
22-9-08

رمضان المبارک کے آخری عشرے کی برکات میں سے اعتکاف ایک بہت بڑا انعام الٰہی ہے۔ یہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی سنت مؤکدہ ہے اور کفایہ ہونے سے مراد یہ ہے اگر بستی میں کوئی ایک شخص بھی اعتکاف کر لے تو وہ سب کی طرف سے ہو جاتا ہے اور اگر پوری بستی میں کوئی ایک بھی نہ کرے تو پھر سب گناہگار ہوں گے۔

سنت اعتکاف کی شرائط میں سے ہے کہ بیس رمضان کی افطاری کے بعد مسجد میں موجود ہو اور شوال کا چاند نظر آنے تک مسجد میں ہی ٹھہرا رہے۔ ضروری ہے کہ پوری طرح متوجہ الی اللہ رہے۔ امور دنیا اور امور خانہ داری سے فارغ ہو کر آئے اور باہر کی دنیا سے بالکل رابطہ نہ رہے۔ بالکل خاموش رہنا بھی مکروہ ہے اور غیر ضروری بات کرنا بھی منع ہے ضرورت کی بات کرے لیکن مختصر ترین بات کرے جس سے ضرورت بھی پوری ہو جائے اور کثرتِ کلام سے اجتناب بھی ہو سکے بعض لوگ اس میں بھی حد سے تجاوز کر جاتے ہیں کھانا پانی مانگنے کے لئے بھی لکھ لکھ کر بات کرتے ہیں یہ بھی مکروہ ہے۔ حق یہ ہے کہ کثرت کلام سے بچا جائے اور مختلف انداز میں متوجہ الی اللہ رہا جائے۔ دینی کتب کا مطالعہ کریں۔ تفسیر قرآن وحدیث مبارکہ کا مطالعہ کرے۔ ذکر اذکار مراقبات میں مشغول ہوں درود شریف پڑھیں اور سب سے اہم بات تلاوت قرآن حکیم کریں۔ ہر وہ بات جو اللہ کی طرف متوجہ کرے وہ کی جائے اور ہر وہ بات جو توجہ الی اللہ سے مانع ہو اس سے اجتناب کیا جائے اس لئے کہ دین کی بات متوجہ الی اللہ کرنے میں معاون ہوتی ہے اور دنیا کی بات دنیا کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے کہ تلاوت قرآن حکیم کی جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال اعتکاف میں جبریئل امینؑ کے ساتھ قرآن حکیم کا دور فرمایا کرتے تھے آج بھی حفاظ دور کرتے ہیں ایک حافظ پارہ پڑھتا ہے دوسرا سنتا ہے پھر وہی پارہ دوسرا حافظ پڑھتا ہے اور پہلے والا سنتا ہے اسے دور کہتے ہیں۔ ہم عوام الناس بھی تلاوت قرآن حکیم کرتے ہیں لیکن ہماری تلاوت میں زیر زبر کی غلطیاں ہو جاتی ہیں حروف کی ادائیگی کے طریقے ہم سے چھوٹ جاتے ہیں اور عموماً ہم اسی طرح دہراتے رہتے ہیں اور غلطیوں کی اصلاح نہیں کرتے۔ اعتکاف میں یہ ضروری کام ہے کہ جو معتکف احباب قرآن حکیم کو درست پڑھنا جانتے ہیں اُن کے ساتھ مل کر تلاوت کریں اور قرآن حکیم کے حروف کی ادائیگی میں اگر کہیں تھوڑا بہت فرق ہے تو اسے درست کر لیں۔ ہمارے ہاں تو محرومئی قسمت یہ ہے کہ ہم ساری زندگی ادائیگی صلوٰۃ (نماز) کی اصلاح تک نہیں کرتے بلکہ کلمہ طیبہ کے دو جملوں کی بھی اصلاح نہیں کرتے جو دادی یا اماں نے پڑھا دیا وہی دہراتے رہے خواہ زیر زبر کی غلطی بھی ہو اسے درست نہیں کرتے۔ معتکف کو چاہیے کہ اعتکاف میں ان چیزوں کی اصلاح کرے۔ یہی حال اذان کا ہے۔ اذان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آتا ہے اس کا صحیح تلفظ شاید ہی کوئی مؤذن کہتا ہو ہاں

کوئی قاری یا عالم ہو تو وہ صحیح کہتا ہے۔ ہر گاؤں میں کئی مساجد ہیں اور عمومی طور پر اذان میں دو غلطیاں کی جاتی ہیں ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کے تلفظ میں دوسری اللہ اکبر کے تلفظ میں سُر نکالنے کے شوق میں اللہ اکبر کے حروف کو بھی کھینچ تان کر ادا کرتے ہیں۔ اذان کو اس طرح سُر میں کہتا ہے کہ الفاظ کی ہیئت ہی بدل جائے اس کی شریعت میں اجازت نہیں۔ اب تو یہ حال ہے کہ ایسی اذانیں سن کر کانوں کو بند کرنے کو جی چاہتا ہے حالانکہ اذان سن کر تو خوشی ہوتی ہے اس لئے کہ اب تو اذان کی نہ وہ ابتداء ہے۔ انتہا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ تھی اب تو جس کا جتنا جی چاہے اس کے ساتھ جوڑ لیتا ہے کچھ کلمات ابتداء میں بڑھا لئے گئے ہیں اور کچھ کلمات آخر میں کہے جاتے ہیں جو کہ غلط ہیں اور پڑھے بھی غلط ہی جاتے ہیں۔

اعتکاف میں کم از کم ان امور کی اصلاح کر لینی چاہیے قرآن حکیم کی تلاوت کی اصلاح کر لی جائے اذان اور کلمہ طیبہ درست کر لیا جائے اور سب سے بڑی نعمت جو یہاں میسر ہے بحمد للہ ذکر دوام کی نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس پر متوجہ رہیں۔ یہ وہ دولت ہے جو دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہے اللہ سے کلام کرنے کا شرف بھی صرف دل کو نصیب ہے۔ اس کی برکت ہے کہ زبان مخلوق سے بات کرتی ہے دل اللہ سے بات کرتا ہے۔ اسی دل میں یہ شعور پیدا ہوتا ہے کہ یہ اپنے رب کو پہچانتا ہے دل کی اس طاقت کو قوت دینے کے لئے ذکر الٰہی ہے۔

رمضان المبارک کا اعتکاف نیک صحبت میں، شیخ کی صحبت میں اخذ برکات کا وقت ہے۔ جسے فرصت ملے اور وقت اجازت دے تو پھر اُسے ضرور صحبت مشائخ اختیار کرنا چاہیے۔ ذکر اللہ ہی وہ دولت ہے جس کے طفیل بندے کا اللہ سے تعلق بنتا ہے۔ اللہ اور اس کے بندے کا تعلق ہے ہی ذکر کا۔ اللہ کریم کی نہ کوئی مثال ہے نہ مثل دنیا میں مادی نگاہوں سے اُسے نہ دیکھ سکتے ہیں نہ کوئی اور واسطہ تعلق قائم کرنے کا ہے سوائے اس کے کہ بندے کے دل میں اس کے وجود میں ذکر الٰہی بس جائے۔

قرآن حکیم نے تقریباً اڑتیس بار براہ راست حکم دیا ہے اور تقریباً آٹھ سو مرتبہ بالواسطہ ذکر دوام کا حکم دیا ہے۔ بندے کے وجود میں اس کے بدن کے ذرات میں ذکر الٰہی بس جائے تو ہی اللہ سے حقیقی رشتہ استوار ہوتا ہے اور یہ از خود نہیں ہو سکتا اس لئے کہ دین یا عبادات از خود ایجاد نہیں کی جا سکتیں یہ کام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تاریخ میں ایسے لوگ ملتے ہیں جن میں سے بعض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف بھی فرمائی ہے کہ وہ لوگ بتوں کی پوجا سے بیزار تھے۔ وہ کہتے تھے کہ پتھر کے بت تو لوگوں نے خود تراشے ہیں یہ مخلوق کو کیسے پیدا کر سکتے ہیں یہ تو اپنا وجود خود نہیں بنا سکتے انہیں تو لوگوں نے گھڑ کر بنایا ہے۔ انہیں اگر توڑ کر دیوار بنالی جائے تو یہ اپنا دفاع نہیں کر سکتے لہٰذا یہ معبود نہیں ہو سکتے۔ وہ ہستی کوئی اور ہے جس نے کائنات بنائی ہے جو اس نازک نظام ہستی کو چلا رہی ہے۔ بھلا اتنا نازک نظام از خود کیسے چل سکتا ہے یا ان بتوں کے تابع کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا تو ایک ایک ذرہ دوسرے کی نمو اور پرورش سے جڑا ہوا ہے۔ درخت، سبزہ، پھل، پھول، اناج اور ترکاری سب اسی زمین سے نمو پا رہی ہیں اس کا ایک ایک ذرہ مختلف نسبتوں سے جڑتا ہے تو مختلف چیزیں بن جاتی ہیں انہیں کون ایک خاص ترتیب

اور اندازے سے ملاتا ہے کون اسی زمین سے سونا، چاندی، لوہا، پیتل، تیل، ہیرے نکالتا ہے اسی زمین کے ذرات میں وہی ایٹم ہیں ان کے ملنے کی جو نسبت ہے اس میں فرق ہے ایک اندازے سے ایک نسبت سے ملتے ہیں تو ایک شئے بن جاتی ہے دوسری نسبت سے ملتے ہیں تو دوسری چیزیں بن جاتی ہیں۔ اتنی بڑی بارگاہ حیات از خود نہیں چلتی اس کا بنانے والا اور چلانے والا کوئی ہے لیکن وہ کون ہے؟ بیشک وہی عبادت کے لائق ہے لیکن اسکی عبادت کیسے کی جائے یہ کون بتائے؟ یہ کام صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ہوا۔ ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ کام امت کے علمائے حق اور علماء ربانین کے سپرد ہے۔ اور اللہ یہ کام ان ہستیوں سے لیتا رہے گا۔ حق کے طالب بھی ہمیشہ رہیں گے اور حق پہنچانے والے بھی اللہ ہمیشہ رکھے گا۔

بعثت عالی سے پہلے زید بن عمرو بن نفیل مکہ مکرمہ کے ایک رہائشی تھے انہیں تلاش حق کی جستجو تھی۔ انہوں نے تلاش حق کے لئے اپنی زندگی میں کئی سفر کئے یہود کے علماء کے پاس گئے عیسائی راہبوں کے پاس گئے کہ آسمانی کتابوں سے کوئی طریقہ بتاؤ کہ اس ہستی کو پایا جائے انہوں نے یہی جواب دیا کہ وہ حقیقت گم کر چکے ہیں منزل من اللہ کتب میں تبدیلیاں ہو چکی ہیں اصل تورات وانجیل نابود ہو چکی ہیں اصل پیغام الٰہی موجود نہیں ہے جو چیز حقیقت کے قریب ہے اسی پر عمل کرنا چاہو تو بتا دیتے ہیں لیکن عمرو نے کہا کہ نہیں مجھے صرف حق چاہیے کہ وہ ہستی کون ہے؟ ہم اُس کی رضا کیسے پا سکتے ہیں؟ اسی حال میں بڑھاپے نے آلیا وہ ہر طرف سے ناامید ہو گئے۔ اُن کے اشعار عربی زبان میں آج بھی موجود ہیں چند مجھے یاد ہیں۔

ء رب واحد امرالف رب

ء دین اذا تقسمۃ الامور

ترکت لات و العزیٰ جمیعاً

کذٰلک یفعل رجل للبصیرۃ

کہ بنانے والا قائم رکھنے والا کوئی ایک ہوگا ہزاروں نہیں ہو سکتے اگر دو ہی ہوتے تو ان میں اختلاف ہوتا ایک کہتا سورج اس وقت طلوع ہوگا دوسرا کہتا نہیں کسی اور وقت طلوع ہو گا پھر ایک اپنی فوج لیکر اس پر چڑھ دوڑتا دوسرا کہتا کہ وہ زیادہ طاقتور ہے وہ اس پر چڑھ دوڑتا لہٰذا جب ساری کائنات ایک ترتیب پر چل رہی ہے اور اس کے تابع ہے اس کی منشاء کے بغیر حرکت نہیں کرتی تو اس کا مطلب ہے وہ ایک ہے۔ اکیلا ہے لاشریک ہے۔ بھلا یہ کیسے دین ہو سکتا ہے کہ جب کام بانٹ دیئے جائیں یعنی امور بتوں میں تقسیم کر دیئے جائیں کہ یہ بت بیماری سے شفاء دینے والا ہے۔ یہ روزی دینے والا ہے یہ اولاد دینے والا ہے اس طرح تو کام بٹ جائیں گے اگر ایک بت روزی دینے والا ہے تو دوسرا کھانے کی توفیق ہی روک لے ایک صحت دینے والا ہے دوسرا بیماریاں ہی لا دے تو کارگاہ حیات چل نہیں سکتی۔ جب کام بانٹ دیئے جائیں تو پھر دین کیسا رہا؟ جب ضرورتیں ہی متفرق ہیں تو پھر کس کس کو راضی کریں گے؟ کس کس کی عبادت کریں گے؟ اس لئے کہ جو بھی ضرورت پوری کرتا ہے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی نافرمانی نہ کی جائے پھر اس طرح کتنے رب ہوں گے اور بہت سارے رب ہوں تو ہر ایک کو راضی کرنا مشکل ہے لہٰذا

اس نے کہا میں لات وعزیٰ اور تمام بتوں کو چھوڑتا ہوں۔

لمحہ فکریہ ہے امت مرحومہ کے ان افراد کے لئے جو آج مزاروں پر سرگرداں ہیں کہ فلاں مزار سے رزق ملے گا فلاں مزار پر جاتے سے اولاد عطا ہوگی فلاں مزار سے صحت ملے گی۔اس کی تردید اس موحد نے زمانہ جاہلیت میں کر دی تھی کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ انسان کی متفرق ضرورت کو پورا کرنے والی ہستیاں متعدد ہوں اور جس بندے کو بھی اللہ نے بصیرت دی ہو وہ ایسا ہی کرے گا۔اس سب کے باوجود اللہ کا پتہ دینے والا کوئی نہ تھا۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ جس نے کائنات پر غور وفکر کر کے تجزیہ کر لیا کہ ایک سے زیادہ رب ماننا عقلاً محال ہے کہ متعدد رب مانیں گے تو کس کس کو راضی کریں گے اور کون کس بات پر راضی ہوگا؟ اس کی دلیل کیا ہے؟ چنانچہ وہ فرماتے تھے لہٰذا میں لات وعزیٰ اور تمام بتوں کو چھوڑتا ہوں۔وہ بیت اللہ میں بیٹھ کر رویا کرتے تھے زمین سے مٹی لے کر ہتھیلی پر رکھ کر اس پر پیشانی رکھ دیتے اور کہتے کہ مجھے علم نہیں ہے کہ تیری عبادت کیسے کی جائے تو میری اس عاجزی کو بندگی سمجھ کر قبول کر لے میں نہیں جانتا تو کہاں ہے؟ کس چیز سے راضی ہے؟ لیکن تو جہاں بھی ہے میرے حال سے واقف ہے میری بات سن رہا ہے۔صرف تو ہی سمیع وبصیر ہے کہ تیری ہر ذرے پر نظر ہے ہر جگہ تیری قدرت کاملہ موجود ہے اور ہر جگہ تیری صنعت کا ظہور ہو رہا ہے تو ہر جگہ موجود ہے۔

تو اگر دین از خود بنایا جا سکتا تو یہ اس پائے کے موحد اور حق کے متلاشی جو لوگ تھے وہ کوئی طریق عبادت مقرر کر لیتے لیکن وہ بھی یہی کہتے رہے کہ ہمیں حق بتانے والا کوئی نہیں ہمیں نہیں پتہ کہ تیری عبادت کیسے کریں۔

یہ کمال تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ ہر ایک کے لئے اللہ کی معرفت آسان ہوگئی جسے بھی نور ایمان نصیب ہوا اُسے توحید باری پر بھی یقین نصیب ہوگیا دنیا اور اس کی تخلیق کا بھی پتہ چل گیا آخرت کا بھی احساس عطا ہوگیا اور سب سے بڑی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ اللہ اس کام سے راضی ہے اور اس کام میں اس کی رضا نہیں ہے۔اور ایمان کے بعد یہی سب سے ضروری بات ہے اور کس بات سے ناراض ہوتا ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام علوم تقسیم فرمائے اسی طرح فیوضات وبرکات قلبی وباطنی بھی عطا فرمائیں کسی بات کو جاننا محض ایک خبر ہے ایک اطلاع ہے اور اطلاع وعلم میں بہت فاصلہ ہے جب خبر بندے کا حال بن جائے تب وہ علم کہلاتی ہے۔جب کسی اطلاع پر عمل نصیب ہو جائے تو وہ علم کہلاتی ہے۔دینی معلومات بھی اگر محض معلومات کے درجے تک رہیں تو دین نہیں بنتا مثلاً یہ ایک خبر ہے کہ اللہ واحد ہے اللہ رازق ہے یہ دین تب بنے گا۔جب اس کی رزاقیت پر یقین کر کے ہم غیر اللہ کے دروازے پر نہیں جائیں گے۔جب ہم ناجائز طریقے سے دولت نہیں کمائیں گے۔اگر کوئی حرام طریقوں سے دولت حاصل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ کو رازق مانتا ہوں تو وہ جھوٹ بولتا ہے اللہ کو رازق مانتا ہے تو پھر ناجائز ذرائع کیوں اختیار کرتا ہے اس خبر کو علم بنانے کے لئے اپنے اندر ایک آرزو پیدا ہونی چاہئے جب دل میں بندہ یہ فیصلہ کر لے کہ میں اس پر عمل کروں گا تو پھر وہ علم بنتا ہے۔یہ قوتِ فیصلہ برکات نبوت سے نصیب ہوتی ہے۔برکات نبوت بندے کے وجود کے ایک

ایک ذرے کو ذاکر بنا دیتی ہیں۔ پھر نہ صرف دل و دماغ بلکہ اس کے وجود کا ہر ذرہ ذاکر ہو جاتا ہے۔ جدید سائنس کے مطابق ہر وجود میں کم و بیش ڈھائی کھرب سیل ہوتے ہیں اور سلطان الاذکار یہ ہے کہ ذکر کرنے سے برکات نبویؐ کے ذریعے ڈھائی کھرب سیل ذاکر ہو جائیں یعنی دل ایک بار دھڑکے تو ہر سیل اپنی جگہ کئی بار اللہ اللہ کہہ اٹھیں۔ ایک ایک دھڑکن میں کھربوں بار یاد الٰہی وجود سے پھوٹے۔ یہ وہ نعمت ہے جو تریاق بھی ہے اور انتہائی ضروری بھی اور اس کے ساتھ ساتھ انتہائی کمیاب بھی ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق نصیب ہو گیا۔ یہی ہستی اگر یہاں کے بجائے شام و فلسطین، حجاز یا دنیا کے کسی دوسرے گوشے میں ہوتی تو ہم میں شاید اتنی ہمت نہ ہوتی کہ ہم وہاں تک پہنچتے اتنی طلب نہ ہوتی کہ تلاش کرتے ان کی صحبت حاصل نہ کر سکتے ممکن نہ ہوتا کہ اُن سے ملتے یہ تو اللہ کا احسان ہے کہ ہمیں یہاں بیٹھے بٹھائے یہ نعمت نصیب ہو گئی۔ شاید اس لئے احباب کو اس کا احساس نہیں جس قدر و منزلت کی یہ مستحق ہے اتنی اس کی قدر شناسی نہیں ہو رہی۔ اگر کسی کو ہیرا ملے اور وہ یہ احساس بھی رکھتا ہو کہ یہ ہیرا ہے تو وہ اس کی حفاظت کے لئے جان دے دے گا اور جو اُسے کانچ کا ٹکڑا سمجھتا ہو وہ اسے ویسے ہی پھینک دے گا کہ اسے اس کی قیمت کا اندازہ نہیں اس کے لئے وہ کچھ بھی نہیں پتھر ہی ہے۔ ہمیں شاید اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہے اس لئے کبھی ای میل آتی ہے کہ دعا کریں مجھ سے ذکر نہیں ہوتا۔ ایسی بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جسے نہ اسکی اہمیت کا اندازہ ہے نہ اس کی قدر و قیمت کا احساس ہے۔ کبھی کسی نے یہ نہیں لکھا کہ آپ دعا کریں میں کھانا کھا لوں، پانی پی لوں، چائے پی لوں یہ سارے کام ضروری کام بغیر دعا کے سب لوگ کر لیتے ہیں ذکر کے لئے کیوں دعا کی ضرورت ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ ہم اس کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ نہیں کر سکے ہمیں اس کی قدر و قیمت کا بھی اندازہ نہیں یہ نعمت ہمیں راستہ چلتے مل گئی کسی نے راہ چلتے پکڑ کر بٹھا لیا کہ بھئی کہاں جا رہے ہو آؤ یار ذکر اللہ سیکھ لو ذکر کر لو۔

دنیا و مافیھا میں سب سے قیمتی چیز اللہ کی یاد ہے۔ عشرہ مبارک میں رمضان المبارک کی برکات بھی ہیں، اللہ کے گھر کی مہمانی بھی ہے اعتکاف کی سنت بھی نصیب ہے تو پوری اور بھرپور توجہ سے اذکار اور اپنے لطائف و مراقبات پر متوجہ رہیے اسے مضبوط سے مضبوط تر کرتے رہیے۔ عمریں ختم ہو جاتی ہیں اور یہ راستے ختم نہیں ہوتے لہٰذا اپنا پورا وقت اپنی پوری توجہ اس طرف لگائیے۔

موبائل فون ہو یا دیگر ایسے مشاغل جو دنیا کی طرف راغب کریں ان سب سے پرہیز کریں۔ ضرورت کے لئے باہر جائیں اور ضرورت پوری کر کے واپس آ جائیں غسل خانے آتے جاتے راستے میں میل ملاقات گپ شپ نہیں کر سکتے۔ ہر لمحہ قیمتی ہے اس کی حفاظت کریں۔ نماز کے مسائل سن کر پڑھ کر سیکھیں نماز، کلمہ، اذان اور تلاوت قرآن کی اصلاح کریں۔ ہر عبادت میں متوجہ الی اللہ رہیں پوری یکسوئی سے ذکر الٰہی کریں۔

اللہ کریم آپ کا اعتکاف قبول فرمائے اور اس کے بھرپور نتائج سے مستفید فرمائے۔

وآخر دعونا الحمد للہ رب العلمین

اسلامی تہوار

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ چکوال
30-8-09

اسلام میں عید کے نام سے دو ہی تہوار ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ خوشی کے موقعے کو عید کہتے ہیں قرآن حکیم میں آتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے دعا کی اللہ پاک ہمارے لئے آسمان سے کھانا خوان نازل فرما کہ وہ دن ہمارے لئے عید کا (خوشی) دن بن جائے۔ قال عیسیٰ ابن مریم اللھم ربنآ انزل علینا مآئدۃ من السمآء تکون لنا عیداً...... (المائدہ آیت 114)

دونوں موقعے خوشی کے ہیں اللہ کی نعمتوں کو پانے کی خوشی منانے کے دن ہیں۔ عید الفطر کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے ولتکملوا العدۃ و لتکبرو اللہ علی ما ھدکم ولعلکم تشکرون. (البقرہ۔185) رمضان المبارک کے دن پورے کرلو تو اللہ کی بڑائی بیان کرو جس نے تمہیں ہدایت نصیب فرمائی، توفیق عمل عطا فرمائی رمضان المبارک نصیب فرمایا کسی کو اعتکاف کی سنت عطا فرمائی، تلاوت قرآن کریم سننے کی توفیق عطا فرمائی تو ان نعمتوں کے اظہار تشکر کے لئے رمضان کی عید منائی جاتی ہے۔ جس میں غسل کر کے اچھے کپڑے پہننا اگر نئے مل جائیں تو نئے پہننا ورنہ جو ہیں انہیں ہی دھو کر صاف ستھرا کر کے پہننا اور عید کے دو رکعت ادا کرنا یہ اظہار شکر ہے۔ عید پر نماز عید میں زیادہ سے زیادہ اجتماع ہونا اظہار تشکر ہے۔ چھوٹے شہروں میں تو کوشش ہوتی ہے کہ عید گاہ ایک ہی ہو۔ لیکن شہروں میں متعدد جگہوں پر نماز عید کے اجتماعات ہوتے ہیں شہر دور دور تک پھیل گئے ہیں فاصلے بڑھ گئے ہیں اور عید گاہیں بھی الگ ہوگئی ہیں شہروں کے فاصلوں سے زیادہ دلوں کے فاصلے بڑھ گئے ہیں ہر کوئی علیحدہ علیحدہ اور اپنا اپنا کرنے پر لگا ہوا ہے بہر حال یہ یاد رہے کہ عید توفیق عمل کے حصول پر اظہار تشکر ہے اور عید اظہار شکر کا دن ہے یہی انداز عید الاضحیٰ میں بھی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیمؑ کی قربانی کی سنت میں قربانی فرمائی اور عید الاضحیٰ اُن تجلیات و برکات کو حاصل کرنے کی خوشی منانے کا دن ہے جو رحمتیں اور برکتیں ابراہیمؑ کو اپنا پیغمبر فرزند جلیل اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے پر نصیب ہوئی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جو قربانی کرتا ہے وہ ان برکات سے اپنا حصہ پالیتا ہے اس نعمت کے حاصل ہو جانے کے بعد ادائے شکر کے لئے بھی لفظ عید ہی استعمال ہوا ہے یعنی کسی کو قربانی کرتے وقت وہ جذبہ ایثار و قربانی نصیب ہو اور اس پر شکر ادا کرنے کی توفیق نصیب ہو تو یہ بہت بڑی خوشی ہے اور یہ عید ہے۔ اس خوشی کے موقع کو عید کہتے ہیں۔

ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ جو چیزیں حق تھیں اُن سب کو ہم نے رسومات و رواجات کی نذر کر دیا اور بجائے شکر ادا کرنے کے ناشکری کے مرتکب ہوئے۔ اسلام سیدھا سادہ دین ہے اس میں تکلیف نہیں ہے اگرچہ ہم نے بہت سے تکلفات ایجاد کر لیے

ہیں ہر دوسرے دن ایک نیا تہوار ایجاد کر لیتے ہیں جس میں اچھل کود ناچ گانا ہوتا ہے۔ اور اللہ کی نافرمانی کا عذاب آتا ہے۔

اس سب کے باوجود الحمد للہ آج بھی اسلام اپنی حقیقی صورت میں موجود ہے۔ اور اسلام کی حقیقی صورت بہر حال ہمیشہ قائم رہے گی اور بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ ایسے کاموں کی توفیق دیتا ہے یہ اللہ کی بہت بڑی عطا ہے کہ یہ توفیق نصیب ہو جائے کہ بندے کی نظر عقائد و نظریات پر رہے۔ اعمال میں سنت پر عمل کی توفیق رہے اور اللہ کریم رسومات و رواجات سے محفوظ رکھے۔

دینی شعائر کو رسومات و رواجات کی نذر کر دینا بہت خطرناک بات ہے کہ دین کو اتنا نقصان مخالف دین قوتوں سے نہیں پہنچا جتنا دین کے نام پر ایجاد کر لینے والی رسومات سے پہنچا ہے کہ کفر کی مخالفت تو گنہگار مسلمان بھی کرتا ہے لیکن اسلام کے نام پر کوئی رواج ایجاد ہو جائے تو اس میں نیک مسلمان بھی پھنس جاتے ہیں یہ زیادہ بڑا جرم اور زیادہ خطرناک کام ہے اللہ اس سے محفوظ رکھے۔

ہر سال سرحد والے تو اپنی مرضی سے روزہ رکھتے ہیں اور مرضی کے دن عید کر لیتے ہیں اور پھر رمضان کے آخر میں ایک روزہ تاوان کا رکھ لیتے ہیں۔ ہماری رویت ہلال کمیٹی دیکھئے کیا فیصلہ کرتی ہے۔ جب مطلع صاف نہ ہو ابر آلود ہو تو چاند دیکھنا مشکل ہوتا ہے اللہ کرے کمیٹی کا جو فیصلہ بھی ہو حق ہو کیونکہ اگر اس میں غلطی ہوئی تو اگر عید ہوئی اور روزہ رکھوا دیا گیا تو عید پر روزہ رکھنا حرام ہے اور اگر عید نہیں روزہ ہے اور روزہ چھڑوا کر عید کر دی تو وہ بھی حرام ہے۔ یہ دونوں صورتیں خطرناک ہیں اللہ کرے جو حق ہو وہی رویت ہلال کمیٹی کا فیصلہ ہو اللہ کریم انہیں صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اللہ کریم نے جس طرح رمضان میں توفیق عمل عطا فرمائی اسی طرح ادائے شکر کے ساتھ اختتام بھی نصیب فرمائے اللہ کریم نے آپ کو اعتکاف، ذکر اذکار، اور مراقبات کی توفیق عطا فرمائی دعا کریں کہ اللہ اسے قبول فرمائے اس پر استقامت عطا فرمائے زادِ آخرت بنائے اس کی حفاظت کے لئے کوشش کریں اللہ کوشش قبول کرے اور اس میں زیادتی فرمائے۔ آمین

دعائے مغفرت

1. سلسلہ کے ساتھی منیر ایاز (خوشاب) قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے۔
2. سلسلہ کے ساتھی حاجی لطیف (اویسیہ سوسائٹی لاہور) کی والدہ ماجدہ فوت ہو گئیں۔
3. سپیشل کلاس کے ساتھی ندیم بشیر لاہور کے چھوٹے بھائی آفتاب بشیر ایک حادثہ میں فوت ہو گئے۔
4. سلسلہ کے ساتھی نور محمد (کوئٹہ) کے والدِ محترم وفات پا گئے۔

ان سب ساتھیوں کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

کامیابی کی ضمانت خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت

امیر محمد اکرم اعوان — دارالعرفان منارہ
26-9-08 — رمضان المبارک جمعۃ الوداع

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم٥

بسم اللہ الرحمن الرحیم٥

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ٥

(الرعد 11)

رمضان المبارک کا یہ آخری عشرہ ہے اس مرتبہ آخری عشرے میں ایک ہی جمعہ ہے اور یہی جمعۃ الوداع ہے یہ رمضان المبارک کا آخری مبارک دن بھی ہے اور جمعے کا مبارک روز بھی اس کے بعد اگلا جمعہ انشاء اللہ شوال میں ہوگا اپنی اہمیت اور افادیت کے اعتبار سے یہ پورے سال کا ایک مثالی دن ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے وَاٰخِرُهٗ عِتقٌ من النار (البیہقی) کہ آخری عشرہ دوزخ سے رہائی کا عشرہ ہے۔ اس عشرے کے اس مبارک دن رحمت الٰہی مغفرت الٰہی عام ہے اس کا کرم بٹ رہا ہے لیکن علامہ مرحوم کا اپنی نظم جواب شکوہ میں یہ فرمانا بالکل حق ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی راہرو منزل ہی نہیں

اللہ کی طرف سے عطا، بخشش، دوزخ سے رہائی دنیا و آخرت کی نعمتیں ہر چیز بے حساب بٹ رہی ہے لیکن کوئی لینے والا، کوئی دامن پھیلانے والا بھی تو ہو۔

جو آیہ کریمہ میں نے تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے اس ارشاد الٰہی کا مفہوم کسی شاعر نے ایک شعر میں سمو دیا ہے

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

ہمارے ہاں یہ طریقہ رواج پا گیا ہے کہ ہم اپنی عادات میں من پسند چیزیں شامل کر لیتے ہیں پھر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری عادات کو نہ چھیڑا جائے بلکہ دوسرے لوگ بھی ہماری پیروی کریں۔ دین اس رویے کا نام نہیں دین نام ہے اتباع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اس میں بندے کو اپنے آپ کو تبدیل کرنا پڑتا ہے دین میں بھی ہم نے رسومات و رواجات اپنا لیے ہیں انہیں عادات کا حصہ بنا لیا ہے۔ احکام شریعت کو جاننے کا ہم تکلف نہیں کرتے کوئی بتانا بھی چاہے کوئی بتاتا بھی رہے ہمارے پلے کوئی بات نہیں پڑتی بلکہ ایک بڑی عجیب بات جس کا مجھے زندگی بھر میں تجربہ ہوا ہے کہ جن لوگوں کے لئے باتیں کہی جاتی ہیں وہ سنتے ہی نہیں بار ہا ایسا ہوا کہ جن لوگوں کو اصلاح کی ضرورت تھی جو باتیں اُن کے لئے نقصان دہ تھیں میں نے اُن چیزوں کی نشاندہی اُسی منبر پر کی اس سلسلے میں کتنے بیانات ہوئے کتنی مرتبہ یہ خرابیاں بیان کی گئیں لیکن عجیب بات ہے اور لوگ سنتے رہتے تھے اور جن کے لئے ساری بات کی جاتی تھیں

وہ یا تو وضوخانوں میں ہوئے تھے یا باہر بیٹھے رہتے اور اگر اتفاق سے مسجد میں ہوتے بھی تھے تو اس کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ پھر ہم نے انہیں تباہ ہوتے بھی دیکھا لیکن کیا کیا جا سکتا ہے؟ دنیاوی امور میں تو سب ہی محتاط ہوتے ہیں اور اللہ کے بنائے ہوئے نظام کی قدر کرتے ہیں پوری کوشش کرتے ہیں کہ کوئی ایسی غذا نہ کھائی جائے جو مضرِ صحت ہو۔ دوا اور پرہیز کے معاملے میں بھی طبیبوں اور ڈاکٹروں پر اعتماد کرتے ہیں جسے وہ مضرِ صحت قرار دیں اسے کھانا چھوڑ دیتے ہیں لیکن دین کے معاملے میں ہم یہ چاہتے ہیں کہ طبیب وہی کہے جو ہم چاہتے ہیں۔

جدید سائنس کے مطابق ہر انسانی وجود میں اڑھائی کھرب سیل ہوتے ہیں جن میں ہر آن تبدیلیاں آتی رہتی ہیں ہر سیل اپنا مثیل پیدا کر کے مرجاتا ہے اور یہ ایک مسلسل عمل ہے جو کسی لمحے نہیں رکتا۔ اس تحقیق سے اس ارشاد باری کی زیادہ سمجھ آتی ہے کہ ارشاد باری ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید (ق آیت 16) میں شہ رگ سے بھی زیادہ بندے کے قریب ہوں۔ اس تحقیق کو دیکھا جائے تو سمجھ آتی ہے کہ یہ تو وہ ذات ہے جو اڑھائی ارب سیلوں میں سے ہر سیل کے ساتھ موجود ہے وہ ذات ہر آن نئے سیل پیدا کرتی ہے پرانے سیلوں کو موت دے رہی ہے یعنی بندے کے وجود کے ایک ایک سیل کے ساتھ زندہ کرنے والا بھی موجود ہے موت دینے والا بھی موجود ہے اور وہی قادر مطلق ہے گویا انسان کے ایک ایک سیل کے ساتھ قدرت باری اپنا تصرف فرما رہی ہے اللہ کریم اسے دیکھتا ہے، جانتا ہے اور ہر ہر پہلو سے اس کی پرورش فرما رہا ہے۔ ان سیلوں کی تخلیق ہماری غذا سے ہے۔ جو غذا دوا ہم لیتے ہیں جو چیز بھی ہم حلق سے نیچے اتارتے ہیں وہی نئے سیل بنانے کا سبب ہے اور اسی سے ہمارا مزاج نمو پاتا ہے۔ انہیں سیلوں میں انسان کی مخصوص مہک ہوتی ہے جو سیل ہمارے وجود سے گرتے رہتے ہیں وہ ہمارے وجود کی پہچان ہوتے ہیں اسی لئے سراغ رساں کتوں کو اس شخص کے پہنے ہوئے کپڑے سونگھائے جاتے ہیں تاکہ وہ اس مخصوص بُو کو پہچان لیں پھر وہ راستوں میں گرے ہوئے سیلوں کی مخصوص بو سے پہچان لیتے ہیں کہ مطلوبہ شخص کس کس جگہ سے گزرا ہے۔ یہی سیل جب گر جائیں اور مزید سیل طاقتور نہ بنیں تو انسان بیمار پڑ جاتا ہے۔ اچھی مفید اور پاک غذا بدن کی صحت کے علاوہ مزاج کو بھی پاکیزہ بناتی ہے۔ پھر جہاں بیماری کا علاج کیا جائے وہاں غذا اور دوا مل کر سیلوں کے نظام کو متوازن کر دیتے ہیں گویا حیاتِ مادی اس نظام میں پروئی ہوئی ہے۔ لیکن انسان اگر غذا تو ایسی کھائے جس سے اس کے وجود کے سیل کمزور پیدا ہوں یا خراب پیدا ہوں اور پھر وہ اللہ سے صحت کی دعا بھی کرتا رہے تو اللہ کو ایسی دعاؤں کی پرواہ نہیں بلکہ ایسی دعا تو گستاخی ہوگی یہ تو ایسے ہی ہے کہ ایک شخص شادی نہ کرے اور رات بھر اولاد کے حصول کی دعا کرتے رہے تو یہ قدرت کے نظام کے ساتھ ایک مذاق ہوگا ایسی دعا گستاخی شمار ہوگی کیونکہ نتائج عمل پر مرتب ہوتے ہیں دعاؤں پر نہیں ایک بھوکا شخص سارا دن یہ جملہ دہراتا رہے اس کا وظیفہ پڑھتا رہے کہ "میں نے کھانا کھایا" تو اس جملے کے دہرانے سے اس کا پیٹ نہیں بھرے گا جب تک کھانا نہیں کھائے گا بھوک نہیں مٹے گی اسی طرح کائنات کا وہ نظام بھی ہے جس میں انسانی کردار تعمیر ہوتا ہے وہ بھی عمل پر تعمیر ہوتا ہے قول پر نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس (الروم 41) سمندروں میں طوفان آئیں یا زمین پر زلزلے جنگ کی تباہی آئے یا وبائیں پھیل جائیں یہ سب تباہی انسانوں کے کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہے

جیسا لوگوں کا کردار ہوتا ہے جیسے ان کے اعمال ہوتے ہیں ویسے ان کے نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے انسانی کردار نظام کائنات پر اثر انداز ہوتا ہے۔

اب اگر آدمی اپنے کردار میں تبدیلی نہیں لاتا تو اصلاح کیسے ممکن ہے؟ مثلاً ہمارا معاشی نظام سودی ہے اور سود اایسی لعنت ہے کہ اللہ کریم نے اس کے لئے اعلان جنگ فرمادیا۔

اسلامی سزاؤں میں سب سے سخت ترین سزا رجم کی ہے کہ شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے بدکاری کرلے اور وہ ثابت ہو جائے تو اس کی بہت بھیانک سزا ہے کہ بستی کے لوگ ان پر پتھر ماریں اور ان پر رحم نہ کھایا جائے اور پتھر مار مار کر انہیں قتل کر دیا جائے۔ یہ سب سے سخت ترین سزا ہے لیکن سود کے لئے اللہ نے کوئی سزا نہیں رکھی فرمایا جو سود سے باز نہیں آتا۔ فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (البقرہ۔279) اس کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے۔ جنگ میں سزائیں نہیں ہوتیں اور جنگ میں کوئی قید یا حد نہیں ہوتی کہ کتنے بندے مارے جائیں گے اور کتنے گولے برسائے جائیں گے اور کتنی گولیاں فائر ہوں گی اور کتنے بم گرائے جائیں گے؟ بلکہ جنگ مخالف کو تباہ کرنے کے لئے ہوتی ہے دشمن کو نیست و نابود کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اس کا غرور خاک میں ملانے کے لئے ہوتی ہے اور اسے کچلنے کے لئے ہوتی ہے تو فرمایا سود خور کے ساتھ سود کھانے والے کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان جنگ کر رکھا ہے۔ پاکستان میں بلا سود بنکاری شروع ہوئی وہ کیسی ہے کیسی نہیں ہے ہم نے نہیں دیکھا اس کی تفصیل سے میں آگاہ نہیں ہوں۔ لیکن پاکستان سے پہلے بھی انگریز کے دور سے بھی یہ گنجائش آرہی ہے کہ کوئی شخص بینک میں سرمایہ کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے سود نہیں لینا چاہتا تو وہ نہ لے کتنے مسلمان ہیں جنہوں نے انگریز کے زمانے میں سود نہیں لیا اور آج نہیں لے رہے۔ ہاں اب یہ تکلف ضرور کیا ہے کہ سود کا نام منافع رکھ دیا ہے۔ میاں نواز شریف کی حکومت آئی تھی تو انہوں نے مارک اپ نام رکھا تھا یہ مقدمہ باقاعدہ شریعت کورٹ میں بھی گیا تھا۔ اور شریعت کورٹ نے اسے قطعی حرام قرار دیا تھا جس کے ساتھ میاں صاحب کی حکومت تھی جو اپیل لے کر ہائیکورٹ میں یا سپریم کورٹ میں مجھے یاد نہیں بہر حال وہ فیصلہ شریعت کورٹ نے دیا تھا اس کے خلاف حکومت اپیل میں چلی گئی اور آج تک نہ اس اپیل کی شنوائی ہوئی نہ اس پر کوئی فیصلہ ہوا۔ ان کی حکومتیں بدلیں اور حکومتیں آئیں وہ بھی گزر گئیں پھر پرویز مشرف صاحب بھی گزر گئے نئی حکومت بھی آگئی لیکن وہ مقدمہ ساعت کے لئے چلا گیا۔ یہ تو حکومت کا حال ہے باقی عوام کا یہ حال ہے کہ ملک میں کتنے مسلمان تاجر، زمیندار، کاشتکار، دولتمند امیر ہیں جن کے پاس بینک میں رکھنے کو کچھ ہے اُن میں سے کتنے لوگوں نے سود لینا چھوڑ دیا حالانکہ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص بیت اللہ شریف آئے گا دور دراز کا سفر کر کے اس کے چہرے سے سفر کی تھکاوٹ عیاں ہوگی بال پریشان لباس میلا ہو رہا ہوگا اور بڑے درد سے پکار رہا ہوگا۔ بیت اللہ کے گرداگرد لبیک اللّٰهُمَّ لبیک لاشریک لک لبیک لیکن اس کی پکار کا جواب نہیں دیا جائے گا عرض کی گئی یا رسول اللہ اتنے دور دراز سے آئے گا۔ اتنی تکلیف کر کے آئے گا۔ یقیناً اللہ پر ایمان ہے تو آئے گا۔ اس درد سے اللہ کریم کو پکارے گا تو پھر اسے کیوں جواب نہیں ملے گا؟ فرمایا اس لئے کہ اس کا کھانا حرام کا ہوگا اس کا لباس حرام کا ہوگا سفر کے اخراجات حرام کے

ہوں گے اور سود سب حراموں سے بڑا حرام ہے۔ لیکن ہم تبدیل نہیں ہوتے ہیں اپنی عادتیں نہیں بدلتے صرف رسومات پوری کرنا چاہتے ہیں عبادت میں بھی ہم نے جو رسمیں بنالیں ہیں ہم ان کو پورا کرنا چاہتے زندگی بھر ہمارا بھائی باپ ہمارا بیٹا نماز ادا نہ کرے ہم کوئی کوشش نہیں کریں گے کہ اسے برائی سے روکیں اسے نیکی پر لائیں جب مرجائے گا پھر ہمیں مصیبت پڑ جائے گی اس کے قُل پڑھاؤ، علماء کو بلاؤ ختم پڑھاؤ یہ سارا کام تو اس کو زندگی میں کرنا تھا اب بھلا جو کچھ وہ کر چکا اب اس کے نتائج کیسے بدلیں گے۔ اللہ تو کریم ہے سب کو بخشش دے اسے کون روک سکتا ہے لیکن جو ضابطے، قوانین، اصول ہیں ان کا بھی تو کچھ خیال رکھنا چاہیے تو زندگی کا یہ نظام ہے جو حالات ہیں ہمیں فکر تو یہ ہے کہ ہم دہشت گردی کا شکار ہورہے ہیں اور عجیب بات ہے اسلامی ریاست ہے، مسلمان حکمران ہیں، حکومت مسلمانوں کی ہے اسلام کی نہیں لیکن مسلمانوں کی تو ہے اور مساجد تک محفوظ نہیں کہ آپ بندوق بردار پہرے دار کھڑے نہ کریں تو امن سے نماز بھی ادا نہیں کر سکتے۔ عدالت میں جاتے ہیں لوگ مارے جاتے ہیں، پولیس کے ساتھ گرفتار ہوتے ہیں ہتھکڑیوں میں مارے جاتے ہیں، گھر میں مارے جاتے ہیں، بازار میں مارے جاتے ہیں، مسجد جاتے ہیں مارے جاتے ہیں، کہیں کوئی جائے پناہ نہیں ہے کیوں؟ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم جو کچھ کھاتے ہیں وہی کھاتے ہیں جو بدپرہیزی کرتے ہیں وہ کرتے رہیں لیکن صحت ٹھیک ہونی چاہئے۔ کیسے صحت ٹھیک ہوگی ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا کردار جا ہے ویسا ہی رہے حالات ٹھیک ہونے چاہیں یہ بڑی عجیب بات ہے یعنی جس بدپرہیزی سے یہ بیماری ہم پر مسلط ہے، جس بدپرہیزی کی وجہ سے ہم پر کافر مسلط

ہیں ہم غلامی کی زندگی گزار رہے ہیں وہ بدپرہیزی تو ہم جاری رکھیں لیکن ہمارا معاشرہ صاف ستھرا ہو جانا چاہیے۔ امن قائم ہو جانا چاہیے۔ کیسے امن قائم ہو جانا چاہیے دہشت گردی بری چیز ہے۔ دہشت گردی نہیں ہونی چاہئیے۔ دہشت گردی ختم ہونی چاہیے لیکن یہ ختم تب ہوگی جب ہم اپنے کردار کی اصلاح کریں جب ہم ہمارے اعمال درست ہوں گے از خود امن قائم ہو جائے گا۔ جب ہمیں عظمت الٰہی کا ادراک ہوگا عظمت پیغمبر کا احترام ہوگا۔ اتباع رسالت نصیب ہوگا تو ہمیں دوسرے کے حقوق کا بھی احترام اور لحاظ ہوگا۔ دوسروں کی جان اور ان کی عظمت کا احترام ہمارے دل میں آئے گا تو حالات درست ہو جائیں گے۔ لیکن ہمارا قومی وطیرہ یہ ہے کہ ہم جو رشوت لیتے ہیں وہ لیتے رہیں جو سود کھا رہے ہیں وہ کھاتے رہیں، جو کافروں سے مانگ رہے ہیں مانگتے رہیں، جو چوری کرتے ہیں وہ ہم کرتے رہیں، بدیانتی کرتے ہیں وہ کرتے رہیں لیکن حالات بدل جانے چاہیں یہ کیسے ممکن ہے؟ کہ بدپرہیزی کرتے رہیں صحت ٹھیک ہونی چاہیے یہ کیسے ٹھیک رہ سکتی ہے۔ یعنی ایک طرف کے معاملے میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بدپرہیزی سے صحت ٹھیک نہیں رہے گی ہمیں پرہیز کرنا ہوگی تو ایک معاشرے کے معاملے میں ہم نے یہ کیسے فرض کر لیا ہے کہ ہم برائی کرتے رہیں خلافِ شریعت عمل کرتے رہیں تو پھر اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا۔ حرام کو حرام سمجھ کر اس کا مرتکب ہونا گناہ ہے فسق ہے ایسا کرنے والا فاسق ہے حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے جو چیز شرعاً حرام ہے اس کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ اب سود کا نام مارک اپ رکھ لیں یا منافع رکھ لیں تو اس کا مطلب ہے آپ نام بدل کر اسے حلال سمجھ رہے ہیں۔ یہ تو دو ظلم جمع ہو گئے ایک سود بھی کھا رہے ہیں اوپر سے

اسے حلال بھی سمجھ رہے ہیں۔ گناہ بھی کر رہے ہیں ساتھ کفر کے مرتکب بھی ہیں۔ فقہا تو یہ فرماتے ہیں کہ کوئی کسی کی مرغی چوری کر لیتا ہے تو پھر اسے ایسے ہی مار کے کھالے اسے ذبح نہ کرے۔ ایک عجیب بات ہے کہ ایک جانور اسے ایسے ہی مار کے کھا جائے اس لئے کہ چوری کا مال تو ویسے ہی حرام ہے ایسے ہی چوری کی مرغی کو مار دے تو وہ حرام ہی ہوگی۔ حرام کھائے گا تو سمجھے گا میں حرام کھا رہا ہوں۔ لیکن اگر اسے ذبح کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ حلال ہوگئی ہے اور سمجھتا ہے میں حلال کھا رہا ہوں تو حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ اس چھوٹے سے مسئلے سے علماء فرماتے ہیں کہ حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے اب چوری کی ہوئی کو ذبح کرے گا تو اس کے ذہن میں آئے گا کہ یہ حلال ہوگئی کھائے گا تو سمجھے گا حلال کھایا حالانکہ وہ حرام ہے اس کی حرمت وہ چوری کی ہوئی مرغی کے ذبح کرنے سے زائل نہیں ہوگی تو اسے یہ غلطی لگے گی کہ حلال کھا رہا ہے تو آپ کو حلال جاننا کفر ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ گناہ کرلے۔ حرام کھالے تاکہ گناہ ہو جائے کہ اگر ایک مرغی پر اتنا معاملہ اٹک جاتا ہے تو یہ جو ساری زندگی کا سود ہے جسے ہم منافع یا مارک اپ کہتے ہیں یہ کیا ہے؟ کتے کا نام دنبہ رکھ لو اور اسے حلال سمجھ لو تو پھر تو دنیا میں کوئی چیز حلال نہیں رہے گی۔ یہی تو عیسائیوں نے کیا تھا ہر حرمت جوان کے مذہب میں تھی اسے انہوں نے حلال کر دیا کہ کلیسا نے اس کی بھی اجازت دے دی اور کلیسا نے اس کی بھی اجازت دے دی۔ اگر ہم یہ کریں گے تو اسلام کا کچھ نہیں بگڑے گا لیکن اسلام وہ دین ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ کریم نے اپنی ذات کریم کے ذمے لیا ہے اور جب تک یہ دنیا قائم ہے یہ تب تک رہے گی ہمارا اس پر کوئی احسان نہیں کہ یہ ہماری وجہ سے قائم ہے ہم قائم

ہیں۔ اسلام کی وجہ سے شائد ہم اس قابل ہو سکیں کہ اللہ ہم پر رحم فرما دے۔ اسلام ہمارا محتاج نہیں ہے ہم اسلام کے محتاج ہیں اسلام کا محافظ وہ خود ہے۔ وہ ایسا قادر ہے کہ اگر ہم اس پر عمل نہیں کریں گے تو فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ تو وہ ہمیں اٹھا کے ہماری جگہ کسی اور کو لے آئے گا۔ جو اس کی محبت میں دیوانہ وار عمل کریں گے۔ اللہ کریم بندوں کا محتاج نہیں ہے بندے اس کے محتاج ہیں۔ تو اس اہم جمعۃ الوداع پر لوگوں کو یہ اُمید ہوتی ہے کہ علماء اور مقرر، حضرات مولانا صاحب کچھ خوشخبریاں سنائیں گے ہم سب کو جنتی قرار دیں گے ہم سب کو بشارت دیں گے کہ تم سب بخشے گئے ہو۔ میری حق نوائی سے لوگ بے سوا دے تو ہوں گے لیکن کیا کیا جائے۔ حقائق سے قطع نظر تو نہیں کیا جا سکتا۔ ایک آدمی زہر کھا رہا ہو اور ہم اسے خوشخبری دیتے رہیں کہ تمہاری صحت ٹھیک ہوگی اسے تو تب پتہ چلے گا جب پیٹ میں زہر جائے گا تو اس خوشخبری کا کیا فائدہ؟ لوگوں کو یہ پسند ہے کہ کوئی انہیں کہہ دے تم جنتی ہو۔ بخشے گئے ہو موج کرو جو جی چاہے کرتے پھرو۔ میاں ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ اتباع محمد رسول اللہ کے بغیر کہیں سے اس کا کوئی ذرّہ ملے گا۔ یہ انسان کی مجبوری ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد غلامی نبھائے اور اپنی پوری کوشش کے ساتھ نبھائے اپنی پوری محنت کے ساتھ نبھائے جو اس کے بس میں ہے وہ کر گزرے پھر بات اس کے کرم پر ہے انسان کتنی کوشش بھی کرے انسانی کوشش ہی ہوگی جب وہ کرم کرتا ہے تو اس کی شان کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ انسان کی کوششوں کے برابر نہیں ہوتا انسان خود حقیر ہے بے بس ہے اس کی کوششیں بے بس اور حقیر ہوتی ہیں اس کا کرم اس کی شان کے مطابق ہوتا ہے نماز ادا کرتے ہیں

الحمدللہ ہم نے نماز میں بھی ایک طریقہ بنالیا ہے ٹوٹل ہی پورا کرنا ہے۔ ایک طریقہ ہے کہ عموماً عشاء کی نماز کے فرض ہی پڑھے جائیں سنتیں پڑھی جائیں عموماً جب نماز ختم ہوتی ہے تو فجر اور عصر ان دو نمازوں کے علاوہ باقی نمازوں میں دو رکعت نفل پڑھے جاتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ سنت کی ادائیگی ہوتی ہے کہ فرائض میں کوئی کمی رہ گئی تو سنت سے اللہ کر لے پوری ہو جائے نفل یہ ہوتا ہے کہ سنت میں کوئی کمی رہ گئی اللہ کرے نفل سے پوری ہو جائے اور پھر سو جائے اور پھر سو کر اٹھے تو تہجد پڑھے وتر پڑھے اب اگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تو عشاء کے ساتھ وتر پڑھ لے اگر یہ ڈر ہو کہ سوتا رہ جاؤں گا اور وتر بھی ضائع ہو جائیں گے تو عشاء کے وتر پڑھ لے اور وتر کے بعد دو نفل پڑھ لے، علماء فرماتے ہیں اگر سحری کو تہجد کے لئے نہ اٹھ سکا تو یہ نوافل تہجد کے قائم مقام ہو جائیں گے اور ہم نے یہ ٹوٹل پورا کیا ہوا ہے چار فرض دو سنتیں دو نفل تین وتر یہ ہماری عادت ہے اب دنیا بدل جائے ہم عادت کو نہیں بدلنا چاہتے یہ دین کی پیروی نہیں اپنے رواج کی پیروی کرنی ہے۔ یہاں ہمارا تھوڑا سا انداز دارالعرفان میں بدل جاتا ہے ہم یہ کہتے ہیں بھئی فرائض اور سنت کے بعد تراویح شروع ہو گئی پوری طرح ہوش و حواس میں چاق و چوبند رہو تراویح پڑھو، تراویح کے بعد وتر کی نماز باجماعت ہوتی ہے سارا سال نہیں ہوتی رمضان میں یہ اس لئے ہوتی ہے کہ وتر کی ایک رکعت واجب ہے اور دو رکعت سنت ہے تو جب سنت آپ باجماعت پڑھ رہے ہیں تراویح جو سنت ہے تو وتر کی جو رکعت واجب ہے وہ بھی باجماعت پڑھی جائے جب سنت کی جماعت نہیں ہوتی تو پھر واجب کی جماعت بھی نہیں ہوتی سارا سال وتر کی جماعت بھی نہیں ہوتی جتنے فرائض ہیں ان میں مغرب کے تین فرض ہیں ان کو وتر کر دیتے ہیں پاک کر دیتے ہیں جتنی سنتیں اور نفل پڑھے جاتے ہیں ان کے لئے ایک رکعت پڑھنا واجب ہے کہ وہ بھی پاک ہو جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت سنت ساتھ شامل کرتے تھے۔ تین رکعت پڑھا کرتے تھے کہ ایک رکعت کی بجائے تین پڑھے جائیں لیکن بعض صحابہؓ نے ایک رکعت بھی پڑھی ہے وہ ایک رکعت واجب ہے کہ دن بھر کے سنت نوافل جو ہیں وہ بھی پاک ہو جائیں رمضان میں طریقہ یہ ہوتا ہے کہ فرائض اور سنت ادا ہو گئیں پھر تراویح شروع ہو گئی پھر وتر ہو گئے پھر ذکر شروع ہو گیا اب ذکر ختم ہو گیا تو ساری رات پڑی ہے جتنے نوافل پڑھنے ہیں پڑھیں۔ عشاء کے ساتھ آپ نے سنت کے ساتھ دو پڑھے تھے۔ وتر کے بعد دو پڑھنے تھے اب دو، دو کے چار ہو گئے چار کے بجائے آپ چالیس پڑھیں کون روکتا ہے۔ ساری رات یعنی طلوع سحر تک عشاء ہے آپ عشاء میں کتنے نوافل شامل کرنا چاہتے ہیں۔ طلوع فجر تک کون روکتا ہے لیکن نہیں چونکہ عادت ہے وہ عادت پوری کرنی ہے۔ جو عادت ہے وہ کیوں چھوڑیں؟ عادات تک کو نہیں بدلتے تو آپ پھر یہاں کیا سیکھیں گے؟ یاد رکھیں ذکر کے بعد جو مراقبات کرائے جاتے ہیں یہ نوافل سے افضل ہوتے ہیں نوافل سے مراقبات افضل ہیں۔ دارالعرفان میں یہاں پر ترتیب اس لئے بدل جاتی ہے کہ کچھ لوگ بیمار ہوتے ہیں کچھ ضعیف ہوتے ہیں میری اپنی صحت ایسی ہے کہ مجھ سے اتنا زیادہ مشقت نہیں ہوتی میری اپنی کوشش ہوتی ہے تراویح ہوش میں پڑھی جائے وتر باقاعدگی سے ادا ہوں اور اس کے بعد ذکر میں ہوش قائم رہے ٹوٹل پورا نہ ہو۔ یہ ساری چیزیں ترتیب دے دیں اس کے بعد نوافل کے لئے رات پڑی ہے آپ پڑھیں لیکن میں

نے دیکھا لوگ اپنی عادت نہیں بدلتے اپنی بنائی ہوئی عادت پر ہی قائم رہتے ہیں چونکہ عادت ہے گھر میں پہلے سنتوں کے ساتھ وتر پڑھے اور پھر دو نفل پڑھے اور یہاں چپ ہو گئے بھئی چھوڑنے کو کون کہہ رہا ہے ترتیب ہی بدلی ہے چھوڑنے کا تو کسی نے نہیں کہا لیکن کہا یہ جاتا ہے کہ آپ نفل کیوں نہیں پڑھنے دیتے سبحان اللہ کیا بات ہے؟ کس نے روکا ہے نفل پڑھنے سے؟ لیکن کیا ضروری ہے کہ جیسے آپ گھر میں پڑھتے ہیں اجتماع میں بھی ویسے ہی پڑھیں؟ اجتماع کے تقاضے کچھ اور ہوتے ہیں۔ جہاں آپ جمع ہوتے ہیں وہاں اور لوگ ہوتے ہیں۔ حضرات میرا خیال تھا کہ قرآن کریم کا ختم مکمل ہوا۔ قرآن کریم کے بارے کچھ باتیں عرض کر دوں اور شائد ہو سکتا ہے میں کچھ ایسی باتیں بھی کہہ جاتا جو آپ کے لئے زیادہ فائدہ مند ہوتیں۔ شائد وہ آپ کے علم میں نہ تھیں اللہ نے مجھے بتا دیں لیکن آپ تو اپنی عادت کیوں چھوڑیں گے آپ نے اپنا ٹوٹل پورا کرنا ہے وہ اپنا ٹوٹل آپ نے پورا کر لیا پھر ساری رات گپ شپ چلتی رہی کیسی عجیب بات ہے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو سر تا پا بدلنا پڑا اور سو فیصد بدلنا پڑا جو عقیدے انہوں نے باپ دادا سے سیکھے تھے وہ چھوڑنے پڑے جو عادات باپ دادا سے سیکھ رکھی تھیں وہ چھوڑیں جو برادری خاندان سے رواجات حاصل کئے تھے وہ چھوڑنے پڑے جو طریقِ عبادت باپ دادا سے حاصل کیا تھا وہ چھوڑنا پڑا حتیٰ کہ لباس تک، اندازِ مخاطب تک، بات کرنے کا انداز، لینے دینے کا انداز، خرید و فروخت، بیع و شرع، رشتے اور ناطے جو قدیم تھے جس طرح ہوتے چلے آ رہے تھے وہ سارا کچھ بدلنا پڑا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں ڈھلنا پڑا۔ وہ سو فیصد بدل گئے یہ تو ہے اسلام اور ایک جو عادت بندے نے بنالی ہے وہ عادت تو نہ توڑے اور اسے عبادت کا نام دے میں نہیں سمجھتا کہ یہ عبادت ہے یہ ہماری عادت ہے۔ عادت کو عبادت کا نام نہ دیجئے چونکہ اگر عبادت ہی تھی تو ذکر کے بعد تو آپ زیادہ اطمینان سے نوافل پڑھ سکتے تھے لیکن بھاگ دوڑ میں نوافل ختم کئے کہ ذکر شروع ہو جائے گا جلدی جلدی کرو یہ تو ٹوٹل پورا کرنے والی بات ہے تو ٹوٹل پورا تو ہر جگہ ہو رہا ہے اس کے لئے یہاں آ کر پورا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم بے توف لوگ تھے کہ حکم کا انتظار کرتے تھے دیکھا کرتے تھے کہ شیخ کیا کر رہا ہے وہ اپنا لیتے تھے اور زندگی بھر کبھی سوال پیدا نہیں ہوا کہ شیخ ایسا کیوں کر رہا ہے یہ ہمارا مطلب نہیں ہے یہ وہ جانے اس کا رب جانے ہم نے جب شیخ منتخب کر لیا تو وہ جانے اس کا رب جانے۔ اسے وضاحت کی ضرورت نہیں ہے تو میرے بھائی رمضان المبارک کی فضیلت اپنی جگہ جمعۃ الوداع کی فضلت اپنی جگہ اس کا کرم اور اس کا احسان بے حد و بے حساب لیکن حاصل کرنے کے لئے رواج سے اٹھ کر اتباع سنت اختیار کرنا ہوگا یہ طے شدہ امر ہے اور یہ یقیناً سمجھ لو کہ ہماری پسند سے اس کی رحمت نہیں ملے گی یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند سے ملے گی۔ ہمیں اپنی پسند اپنے رواج اپنی رسومات اپنے خاندانی تفاخر اپنے کمانے اور خرچ کرنے کے طور طریقے چھوڑنے ہوں گے وہ انداز اپنانے ہوں گے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنائے جب تک کوئی ''ان کنتم تحبون الله فاتبعونی'' کا راستہ نہیں اپنائے گا تب تک کچھ وصول نہیں ہوگا اللہ کریم کو پانے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے اللہ کو پانا چاہتے ہو اللہ سے پیار ہے محبت ہے وصول الٰہی چاہتے ہو فاتبعونی میری یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر لو اتباع کر لو جو میں کہوں جو

میں کروں وہ کرو اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے حتیٰ کہ کسی صحابی کو تورات کا کوئی ٹکڑا، ورق ملا کہیں سے مل گیا ہوگا۔ وہ مسجد میں گیا سیدنا فاروقِ اعظمؓ تشریف فرما تھے وہ ورق انہوں نے بھی لے لیا چند صحابہ اور بھی تھے وہ دیکھنے لگے کہ اس میں کیا ہے تورات کے احکام کیا ہیں۔ منزل من اللہ کتاب ہے۔ اللہ کے اولوالعزم رسول تھے وہ کیا عجیب لوگ تھے۔ حجرہ مبارک سے رخ انور طلوع ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم رنجاں فرمایا۔ لوگوں کو دیکھا جو بیٹھے تھے۔ پوچھا کیا کر رہے ہو۔ عرض کی ایک ورق تورات کا ملا ہم دیکھ رہے تھے۔ رُخِ انور متغیر ہو گیا۔ رنگ سرخ ہو گیا۔ جلالت آگئی اسے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو کان موسیٰ حیی لما واسعہُ الا اتباع او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیوی زندگی کے ساتھ آج خود موسیٰ زندہ ہوتے تو اس تورات کو نہ پڑھتے میری پیروی کرتے۔ تمہیں تورات کا ورق دیکھنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟ اگر آج تمہارے درمیان موسیٰ بھی اس دنیوی زندگی میں مقدس زندگی میں تمہارے درمیان بیٹھے ہوتے تو میرے اتباع کے علاوہ ان کے پاس بھی کوئی چارہ نہ ہوتا۔ یعنی وہ رسولؑ جسے مکالمہ باری بھی نصیب ہو کلم اللہ موسیٰ تکلیماً۔ جن سے اللہ کریم براہ راست کلام فرماتے تھے۔ آج ہوتے تو آج طور پر بیٹھ کر نہ پوچھتے کہ اللہ میں کیا کروں بلکہ مجھ سے پوچھتے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا کرنا ہے؟ تو ہم پھر اپنی عادات کو اپنے رواجات کو اپنے طریقے کو کیوں تبدیل نہیں کرتے۔ ان اللہ لا یغیر ما بقومٍ حتیٰ یغیر وا ما بانفسھم۔ اللہ کبھی اس قوم کے حالات کو تبدیل نہیں کرتا حتیٰ یغیروا ما بانفسھم جب تک کہ وہ اپنے آپ میں تبدیلی نہیں لاتے۔ عبادت کا مقصد حصولِ رضائے الٰہی ہے۔ ہر چیز کی اپنی اہمیت ہے فرائض کی اپنی اہمیت ہے۔ سنت کی اپنی اہمیت ہے نفل کی واجب کی مستحب کی اپنی اپنی اہمیت ہر چیز کو اس کی اپنی ترتیب میں رکھنا ضروری ہے نہ یہ کہ ایک عادت بن گئی ہے اب جو عادت ہے ہم نے وہ پوری کرنی ہے نہیں یہاں بات عادت سے نہیں اطاعت سے عبادت ہوتی ہے۔ عادت سے عبادت نہیں ہوتی۔ بعض لوگوں کو یہ وہم ہوتا ہے میں جو نماز پڑھتا ہوں مجھے بڑے خیال آتے ہیں میں نماز پڑھتا ہوں اس میں مجھے لذت نہیں آتی ہم نماز کیا لذت کے لئے پڑھتے ہیں اگر نماز میں خشوع وخضوع ہے تو یہ اس کا کرم ہے لیکن مشکل بھی لگے تو پڑھنی تو ہے حکم ہے اس کا۔ اسے ہم نے ادا کرنا ہے فرض ادا کرنا ہے ہر حال میں نماز پڑھتے ہیں تو خیالات کا آنا نماز کو خراب نہیں کرتا خیالات کا لانا خراب کرتا ہے۔ جب ہم خود سوچنا شروع کر دیتے ہیں تو وہ نماز کو بگاڑتا ہے۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نمازی کو نماز میں شیطانی خیالات آئیں اور وہ انہیں رد کرتا ہے ان کی پرواہ نہیں کرتا تو اسے جہاد کا ثواب ملتا ہے۔ نماز تو اپنی جگہ ہو گئی ساتھ جہاد کا ثواب بھی شامل ہو گیا لیکن اگر شیطان کوئی خیال القاء کرتا ہے اور ہم اسے سوچنا شروع کریں تو اس نے تو ایک خیال دیا تھا ہم آگے ہزاروں جوڑ لیتے ہیں تو پھر ہمیں اپنے رویے پر اپنے عمل پر نظر رکھنا ہو گی کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اپنے طریقے پر نظر رکھنا ہو گی اور علماء اور اہل حق سے سیکھنا چاہیے یہاں آپ کے پاس علماء حضرات بھی تشریف فرما ہیں میں نے پہلے روز عرض کیا تھا کہ اعتکاف میں غیر ضروری بات کرنے کی اجازت نہیں ہے اور بالکل چپ رہنے سے بھی مکروہ ہو جاتا ہے اور بات جو غیر ضروری ہے اس کے کرنے سے بھی

کراہت آجاتی ہے تو گپیں لگانے کا تو کوئی تصور نہیں کہ آپ ایک دوسرے کے حال پوچھنا شروع کر دیں کوئی بات سنانی شروع کر دیں اس کے لئے تو بندے کو اعتکاف پر بیٹھنا نہیں چاہیے اور اگر اس سے ایک دوسرے کے ساتھ گپیں لگائے بغیر اس کا وقت نہیں گزرے گا تو اسے تو اعتکاف پر بیٹھنا نہیں چاہیے اس سے تو بہتر ہے یہاں ٹی وی کی سکرین لگادی جائے اور آپ کو جہان بھر کی گپیں سنائیں جائیں پھر گانا بجانا سنایا جائے پھر اعتکاف کو بے مزہ کیوں کیا جائے؟ لہٰذا جو لمحات بھی باقی ہیں کوشش کریں خود کو بدلیں۔ ''رسومات کو بدلیں، عبادت کو عبادت کے طریقے سے ادا کریں، اور پوری توجہ سے سیکھیں اعتکاف کا مطلب ہوتا ہے کہ اس میں بندہ سیکھتا ہے اور سال بھر اس پر عمل کرتا ہے کہ زبان یاوہ گوئی کے لئے نہیں ہے۔ یہ دس دنوں کی بات نہیں ہے یہ ایک کورس ہے جس میں سیکھتا ہے کہ زبان ضرورت کے لئے ہے یاوہ گوئی کے لئے نہیں ہے۔ ہاتھ پاؤں حلال امور انجام دینے کے لئے ہیں گناہ کرنے کے لئے نہیں ہیں، دل اللہ اور اللہ کے نبی کی محبت کو بسانے کے لئے ہے دل خرافات کے لئے نہیں ہے، زندگی حصولِ رضائے باری کے لئے ہے ضائع کرنے کے لئے نہیں ہے، یہ ساری ایک تربیت ہوتی ہے یہ سیکھنا ہوتا ہے بندے کو اس کے مطابق اسے بدلنا ہوتا ہے۔ رواجات کو، عادات کو، اپنے بنائے ہوئے طریقوں کو بدلنا پڑتا ہے، اور وہ طریقے اپنانا ہوتے ہیں جو زیادہ بہتر ہوں، زیادہ برکات نصیب ہوں، جن سے زیادہ رحمت الٰہی نصیب ہو اور جن سے زیادہ اللہ کی رضا کی امید کی جا سکے۔ لہٰذا میرے بھائی اپنے آپ کو تبدیل کریں، عبادات کو عادات نہ بنائیں، اور اپنے آپ پر ضبط کرنا سیکھیں۔ اب یہ کہنا ایک بڑا ہمارے

پاس جواز ہے جی سارے لوگ ایسے ہی کہتے ہیں تو اگر خدانخواستہ میدان حشر میں کہہ دیا جائے کہ بے شمار لوگ جہنم جا رہے ہیں جاؤ تم بھی جاؤ سارے جا رہے ہیں تم بھی جاؤ سارے لوگوں کے ساتھ ہم نے نہیں جانا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں رہنا ہے۔ کثرت شرط نہیں ہے کہ لوگ بہت ہوں، حق شرط ہے کہ لوگ حق پر ہوں، حق کا ساتھ شرط ہے تو بنیادی بات جو میں عرض کرنا چاہتا تھا یہ بھی بحمد للہ بہت ضروری بات ہے اپنے آپ کو بدلنا ہے دین اس مثبت تبدیلی کا نام ہے جہاں ہم اتباع شریعت میں خلوصِ دل کے ساتھ زیادہ پابند ہوتے ہیں، عادات و رسومات چھوٹتی جائیں اور ان کی جگہ عبادات، یادِ الٰہی، اللہ جل شانہ کی رضا کی طلب کی جائے اور یہ عملاً آنی چاہیے جس طرح ظاہری صحت قائم رکھنے کے لئے پرہیز ضروری ہے اسی طرح باطنی کیفیات اور معاشرہ اور ماحول ان افراد کی باطنی کیفیات کا محتاج ہے انسان بظاہر تو انسان ہی نظر آتا ہے لیکن جوں جوں برائی میں غرق ہوتا جاتا ہے توں توں اس کی روح کی شکل انسانی نہیں رہتی بدل جاتی ہے درندے کی شکل بن جاتی ہے، موذی جانور کی شکل بن جاتی ہے۔ مراقبہ کرایا جاتا تھا۔ رویت اشکال اس کا نام تھا اس میں نظر آتا تھا کہ بظاہر تو انسان ہے اُس میں روح کیسی ہے۔ حضرت نے کرانا بند کر دیا پھر اس کے بعد ہم نے بھی نہیں کرایا کسی کو تو اگر اس نظر سے دیکھا جائے تو بڑے بڑے شہروں میں بڑی خوش نصیبی ہے کہ چند لوگ انسانی شکل پہ نظر آجائیں یہ بھی اچھا سمجھا جاتا ہے کہ حلال جانور کی شکل پر نظر آجائیں تو سمجھا جاتا ہے کہ یہ بندہ صاحب نجات ہے اس میں ایمان باقی ہے انسانی معیار سے تو گر چکا ہے لیکن حلال جانور کی شکل کا ہے ورنہ اکثریت اژدہے، خنزیر، درندے

اور موذی جانوروں کی شکل پر ہوتے ہیں اور جب روح کی شکل اس طرح بدلتی ہے تو انسان کا کردار اس سانچے میں ڈھل جاتا ہے اس کے اعمال اس جانور کی مشابہت رکھتے ہیں اس سے درندگی ہوتی ہے، دہشت گردی کرتا ہے، وہ چیر پھاڑ ہی کرتا ہے اور اس سے بڑی بدنصیبی کیا ہوگی کہ کسی قوم کے اس سے برے حالات کیا ہوں گے کہ اس کی اپنی فوج اس کے اپنے شہریوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہے۔ ہم نے کبھی بیٹھ کے سوچا ہے یعنی اس سے بڑی سزا اور ہم پر کیا مسلط ہوگی کہ وہ فوج جو ہمارے تحفظ کی ضمانت ہے وہ ہم پر گولے برسا رہی ہے۔ ہماری فوج ہمیں مار رہی ہے کیوں؟ اور ہم اپنے فوجیوں کو مار رہے ہیں کیوں؟ وہ درندے بن گئے ہیں یا ہم بھیڑیے ہو گئے ہیں کچھ تو ہے کہیں تو کوئی خرابی ہے کہیں تو ایسا نہیں کہ دونوں طرف ہی بھیڑیوں کا راج ہے انسان رہے نہیں تو یہ سیاست سے اور سیاسی داؤ پیچ سے نہیں ہوتا یہ معاملہ یہ خرابی تب ختم ہوگی جب ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کریں گے۔ ہمارے اندر بھیڑیئے کی جگہ کوئی انسان بن جائے گا۔ کیونکہ قبر تک موت تک تو اسے توبہ سے بدلا جا سکتا ہے کوئی توبہ کرتا ہے خلوص سے اور اتباعِ شریعت اختیار کرتا ہے تو شکل روح کی انسانی بن جاتی ہے لیکن اگر اس پر موت آ گئی تو پھر معاملہ مشکل ہو جائے گا۔ پھر تو میدانِ حشر میں بھی بھیڑیئے ہی کی طرح چلاتا پھرتا ہوگا۔ درندے کی شکل پر اٹھے گا۔ تو ان سب چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ حالات ہمیں اس مقام کی طرف لئے لے جا رہے ہیں جس کی خبر الصدق الصادقین صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے یہاں پیش کر دی کہ برصغیر الہند میں غزوۃ الہند برپا ہوگا۔ اللہ کے بندے اور مومن ایک طرف ہوں گے اور دنیا کا کفر دوسری طرف جمع ہو جائے گا۔ طویل جنگ ہوگی، اسلام غالب آئے گا مسلمان فاتح ہوں گے، پورا برصغیر اسلامی ریاست بنے گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بڑھ کر بہت بڑی خوشخبری عطا فرمائی کہ آخر امت کے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بلا حساب جنت جائیں گے بلا حساب والوں میں قرآن کریم فرماتا ہے ثُلّۃ من الاولین o وقلیل من الاخرین o (الواقعہ۔14) پہلے میں سے تو انبوہ کے انبوہ بلا حساب والے ہوں گے آخروں میں بھی تھوڑے لوگ ہوں گے اس کی نشاندھی انہوں نے فرمادی کہ دو جماعتیں ایسی ہوں گی آخری زمانے میں جن کا حساب کتاب نہیں ہوگا جو سیدھے جنت جائیں گے عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہوں گے فرمایا ایک وہ مجاہد جو غزوہ الہند میں شرکت کریں گے وہ بلا حساب جنتی ہوں گے میں بڑی دیر سے بتا رہا ہوں میں نے 1990ء سے یہ بات بتائی تو لوگ مذاق کرتے تھے اور اب میرا خیال ہر کوئی بتا رہا ہے چونکہ اب حالات اس رخ آ رہے ہیں کفر متحد ہو رہا ہے۔ کفر اپنے وسائل متحد کر رہا ہے اب غیر مسلم فوجیں پاکستان کے اندر باقاعدہ دخل اندازی کر رہی ہیں۔ ہندوستان بھی کر رہا ہے، مغربی اقوام بھی کر رہی ہیں، اقوامِ عالم کا جو متحدہ فوجی بیڑہ ہے جو افغانستان میں بیٹھا ہے وہ بھی کر رہا ہے پوری صورتحال اب بنتی جا رہی ہے ایک معرکہ ہوگا حق و باطل کا معرکہ ہوگا میری آرزو یہ ہے۔ میری کوشش، میری محنت، میری تربیت یہ ہے میں یہ چاہتا ہوں، میری تو دعا ہے اللہ کرے مجھے خود اس میں شرکت کا موقع میسر آئے لیکن اگر گزر بھی جائیں تو کچھ لوگ پیدا کر جائیں جو ہماری طرف سے اس غزوہ میں اس جہاد میں شریک ہوں

ایک محفل میں بہت سے علماء تشریف فرما تھے ایک

صحافی نے سوال کیا تھا۔ لاہور میں ایک کانفرنس ہو رہی تھی اور اس کا سوال بڑا بجا تھا اُس نے سوال کیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آب وگل میں جلوہ افروز تھے تو جن جنگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان فرمائی بنفس نفیس شرکت فرمائی انہیں غزوہ کہتے ہیں لیکن تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ عالم میں جلوہ افروز تھے جن جنگوں میں کسی کو امیر بنا کے بھیجا اگر چہ وہ جنگ بھی حضورؐ کے زیرِ کمان لڑی گئیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس میدان کارزار میں تشریف نہیں لے گئے کسی کو امیر بنا کے بھیجا اُسے سریہ کہتے ہیں اور یہ جو صدیوں بعد برصغیر ہند میں ہو گا اسے غزوہ کیوں کہا گیا؟ بڑا معقول سوال تھا It was a valid question تو غالباً ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے یہ جواب دیا تھا کہ رواجاً کہہ دیا ہو گا لڑائی کو غزوہ بھی کہتے ہیں تو میں نے کہا کہ نہیں میں کہتا آپ کہتے تو ہم رواجاً کہہ دیتے یہ ارشاد ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضورؐ کا ارشاد رواج نہیں وہ حق ہوتا ہے۔ اسے غزوہ الہند محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں جو مجاہد شریک ہوں گے ان کو رفاقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح نصیب ہو گی جیسے وہ خود وہاں موجود ہوں جس طرح بدر میں موجود تھے۔ جس طرح احد میں موجود تھے جس طرح باقی غزوات میں موجود تھے۔ غزوۃ الہند کے مجاہدوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شفقت، وہ رحمت، وہ تائید اور وہ برکت نصیب ہو گی گویا وہ خود وہاں بنفس نفیس موجود ہوں وہ برکات نصیب ہوں گی اس لئے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ فرمایا اس لئے کہ حضورؐ نے غزوہ فرمایا یہ ہو گا ہی غزوہ تو آرزو یہ ہے کہ اللہ کے بندے عادات، رواجات سے اوپر اٹھ کر اطاعت اور اتباع کے اس درجے میں آجائیں خدا کرے کسی کو تو غزوہ الہند کی شراکت نصیب ہو۔ ہمیں عطا کر دے اس کا احسان ہے لیکن زندگی کا کیا بھروسہ ہے ہم اپنا وقت گزار چکے ہیں ہم دوسرے کنارے پر ہیں یوں صدی کا فاصلہ پیچھے ہے آگے کچھ لمحات ہیں یا دن ہیں یا سال یہ اللہ ہی جانے کب ہو گا؟ ہم ہوں گے یا نہیں ہوں گے اگر ہوں تو اللہ کا بہت بڑا احسان ہے ہم بھی ان لوگوں میں شامل ہوں جو بلا حساب جنت جائیں اگر زندہ رہیں۔ ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کاش مجھے غزوہ ہند تک فرصت مل جائے مارا جاؤں تو بلا حساب جنت جاؤں اور زندہ رہوں تو لوگ کہیں یہ وہ ابو ہریرہ ہے جو دوزخ سے آزاد ہے دوزخ سے آزاد کہلائے وہ آرزو کریں اللہ سے دعا بھی ہے وہ کریم ہے لیکن کیا پتہ ہمارے پاس فرصت کتنی ہے اور یہ میدان کب لگے گا تو تب تک کچھ لوگ تو ہوں جو ہمارے نمائندے ہوں ہماری محنت انجوائے کریں جو ہماری کوشش ظاہر کریں وہاں ہماری کوئی نمائندگی کریں کیا خبر ان کی طفیل وہ ہم پر بھی رحم فرمائے تو میاں یہ رسمی باتیں چھوڑو، دین کو برائے دین سیکھو، اپنا کچھ مت رکھو، ہمارا کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ کوئی عادت ہے نہ کوئی رسم۔ ہمارا کچھ بھی نہیں سب انہی کا ہے خود کو ان کے سانچے میں ڈھالو کہ اللہ کریم تمہیں غزوۃ الہند کے لئے منتخب کر لے۔ یاد رکھو جنہیں وہ چاہے گا انہیں کو شمولیت کی توفیق ہو گی یہ رسم و ایجاد وہاں نہیں ہو گا۔ یہ ہر کہ میں کا کام نہیں ہو گا اس کے لئے بڑا اخلوص چاہیے ہم سب کو اللہ نصیب فرمائے۔ وہ موقع عطا کرے، ہماری جانیں بھی اس کے نام پر نچھاور ہوں اور اگر اس سے پہلے موت آجائے تو اس کے انتظار میں تو ہوں خود کو ان لوگوں میں گن لو کہ موت بھی آئے تو اس حال میں آئے کہ یہ غزوہ الہند کا منتظر تھا۔

یوسفؑ کے خریدار کی مثال اسے سمجھنے کے لئے کافی ہے جب یوسفؑ بچے تھے اور خوبصورت غلام کے طور پر نیلامی ہوئی سر بازار بولی لگی یہ واقعہ حقیقت ہے یا نہیں لیکن درسِ عبرت بہت ہے تو کہتے ہیں کسی بڑھیا کے پاس ایک کچے سوت کی رسی تھی وہ جھکی ہوئی کمر کے ساتھ ایک ہاتھ میں سوت کی رسی لے کر اور ایک ہاتھ کمر پہ رکھے جا رہی تھی اور بمشکل چل رہی تھی تو کسی نے پوچھا بڑی بی کہاں جاتی ہو؟ اس نے کہا کہ سنا ہے کوئی بہت خوبصورت غلام آیا ہے یوسف نام ہے اس کا اس کی بولی لگ رہی ہے نیلام ہوگا تو جاتی ہوں بولی تو دوں گی۔ اس نے کہا تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا دیکھو یہ سوت کی رسی ہے میرے پاس اس نے کہا وہاں تو کروڑوں اربوں کی بات ہوگی، وہاں تو سارے اہل دربار، بادشاہ اور وزیر تک گاہک بیٹھے ہیں تمہیں کیا یوسفؑ رسی سے ملے گا؟ اس نے کہا نہ ملے خریداروں میں نام تو آجائے گا۔ میں خرید سکوں گی یا نہیں میرا سرمایہ کم سہی لیکن جب یوسف کے خریداروں کی بات ہوگی تو کیا میرا نام نہیں آئے گا۔ مستقبل میں کیا ہوگا یہ تو اللہ جانے لیکن فرشتہءِ اجل آئے تو غزوۃ الہند کی تیاری میں ہمیں پائے۔ ایمان میں، عقیدے میں، دل میں وہ درد تو ہو اور یہ عین ممکن ہے کہ ہم دیکھ بھی سکتے ہیں کیونکہ حالات تو اتنی تیزی سے اب بنتے جا رہے ہیں کہ اللہ کریم ہمیں توفیق دے دے ہم بھی اس میں شامل ہو جائیں تو میاں تیاری کرو اور یہ تیاری اتباع سنت میں ہے۔ جتنا خود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ڈھال دو گے اتنا کامیاب ہو جاؤ گے۔ رسومات وعادات کی بات کرنا چھوڑ دو۔ رسومات کی کوئی حیثیت نہیں۔ ہماری عادات کی کوئی حیثیت نہیں ہم نے عبادات کو عادات بنالیا ہے۔ عادات کی کوئی حیثیت نہیں۔ میاں دردِ دل پیدا کرو، بدل جاؤ، ہر کام میں بدل جاؤ اُس رنگ میں ڈھل جاؤ جس میں اللہ کا رسول پسند کرتا ہے اور تیار رہو شاید ہماری جانِ حقیر بھی غزوۃ الہند میں کام آئے اور میدانِ حشر میں سرخرو کھڑی ہو تو اس کا حساب کیا ہونا ہے اسے جانے دو مزہ تو جب آئے کہ اجل آئے تو ہمیں جنتی پائے، حشر ہو تو ہم اہلِ جنت میں سے ہوں، حساب ہو تو الگ راستے سے جا رہے ہوں، حساب والے تو ادھر جائیں گے یہ تو حساب والے نہیں ہیں یہ ادھر سے جا رہے ہیں ہمیں آپ نے دیکھا ہم کسی باہر کے ملک میں جاتے ہیں اس ملک کے شہری جو ہوتے ہیں وہ آرام سے دوسرے راستے سے نکل جاتے ہیں اور ہم جو باہر سے آتے ہیں وہ ایک لائن میں کھڑے ہوتے ہیں کہ کسٹم کلیر کروا اور جاؤ۔ حشر میں بھی ایسا ہی ہوگا یہ دنیا میں ہی ان کا فیصلہ ہو گیا تھا یہ لوگ جنت والے ہیں انہیں ادھر سے جانے دو ان کا گیٹ وہ ہے اور ان کا ادھر لگاؤ ان کا محاسبہ ہوگا۔ ترازو لگا ہوا ہے اعمال تولے جائیں گے۔ مزہ تو جب ہے کہ اللہ کرے حشر میں وہ راستہ نصیب ہو جدھر حساب نہیں ہے اب موقع ہے غزوۃ الہند کا اور یہ بات لٹائی جا رہی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے۔ یہ غزوہ ہے اس میں اتنا کرم نبوی ہوگا کہ جیسے خود اُن لوگوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوں۔ دعا بھی کرو اور دعا وہی کامیاب ہوتی ہے جس کے لئے حالات و اسباب بھی اس قابل بنائیں جائیں۔ اپنی بھرپور کوشش بھی کرو اللہ آپ سب کو حاضر وغائب تمام احباب کو کامیاب کرے۔

وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں

صوفی کو اپنے ماحول سے مختلف نہیں ہونا چاہیئے کہ خواہ مخواہ ٹوپی، پگڑی پر برقعہ نما چادر لپیٹ لی، رنگ برنگ کپڑے پہن لیئے، رنگ برنگ منکے پہن لیئے، لوگوں سے مختلف نظر آنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے بلکہ اپنے ماحول کے مطابق جیسا کہ وہ ہے، ویسا ہی رہنا چاہیئے۔ یہ کہنا آسان ہے لیکن کرنا مشکل ہے۔ یہ انبیاؑ کی خصوصیت ہے کہ وہ بالکل عام آدمی کی زندگی گزارتے اور عام لوگوں میں مل جل کر رہتے۔ جس انسان پہ تھوڑا سا بھی حال وارد ہو، اس کے اختیار میں نہیں رہتا۔ تھوڑا بہت جذب آجاتا ہے، حواس کام چھوڑ دیتے ہیں اور اسکی حرکات ایسی ہو جاتی ہیں کہ پتہ چلتا ہے کہ اُسے کچھ ہے۔ منازل کا ہونا، مقامات کا ہونا اور حالات کو عام انسانی حالات جیسا نارمل رکھنا، ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

(اقتباس از اکرم التفاسیر دوم)

تعاون
احمد دین ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
مینوفیکچررز آف پی سی یارن
پُل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2667571-2

فنافی الرسول کی ذمہ داریاں

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ
15-7-09

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلغوا عنی ولو اٰیۃ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روحانی بیعت اور فنافی الرسول کیا ہے؟ جس سالک کو یہ نعمت نصیب ہو اس کی ذمہ داری کیا ہے؟ فنافی الرسول سے مراد یہ ہے کہ آدمی کی اپنی پسند آقائے نامدار کی پسند میں فنا ہو جائے اس کی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کا نمونہ بن جائے اس کا ظاہر و باطن، اس کا حلیہ اور لباس، اس کی گفت وشنید کا انداز، اس کا لین دین اور اس کا سارا کاروبارِ حیات اتباع رسالت میں ڈھل جائے اور یہی ایمان کا تقاضا بھی ہے کہ جب کسی نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیا تو اس کے پاس اپنی پسند و ناپسند کا کوئی اختیار ہی نہیں رہتا اس کے لئے وہی باتیں پسندیدہ ہوتی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہوں اور جو امور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ ہوں وہ اسے پسند نہیں ہوتے صحابہ کرام کی زندگیاں اسی اصول کی مظہر ہیں بلکہ فنافی الرسول کا اصل مقام صحابہ کریم رضوان اللہ علیھم اجمعین کو ہی حاصل تھا۔ صحابہ کرام کی زندگیوں میں جہاں ایثار و قربانی، جہاد و شہادت جیسے عظیم کام نظر آتے ہیں وہاں ان کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے امور میں بھی اسی اصول کا اظہار نظر آتا ہے مثلاً ایک صحابی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے سرخ رنگ کی چادر لے رکھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند نہیں فرمایا وہ وہاں سے روانہ ہو گئے اور بات ختم ہو گئی کچھ دنوں بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کے بارے استفسار فرمایا صحابی نے عرض کیا کہ وہ چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں تھی اس لئے میں نے اسے تنور میں جھونک دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں کو وہ رنگ پہننا مناسب نہیں آپ گھر میں کسی خاتون کو دے دیتے۔ انہوں نے عرض کی جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ ہو اس کا وجود ہی دنیا میں کیوں رہے۔

صحابہ کرام فنافی الرسول کے اس اعلیٰ ترین مقام پر تھے اور آج کے عہد کے مسلمان کیسے ہیں! حضرتؒ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ آج اگر صحابہ کرامؓ کے عہد کا کوئی شخص آجائے تو وہ پریشان ہو جائے کہ کیا یہ مسلمان ہیں؟

دراصل ہر زمانے کی اور ہر وقت کی ایک ضرورت ہوتی ہے۔ رب العالمین کا نظام ہی ایسا ہے کہ ہر وقت اور ہر عہد کی ہر ضرورت کو ہر جگہ پورا فرماتا رہتا ہے۔ فنافی الرسول کی نعمت دورِ صحابہ میں عروج پر تھی۔ خیر القرون کے بعد سے چودہ صدیوں میں جاری ہے یہ نعمت اگرچہ چودہ صدیوں میں عام نہیں ہوئی لیکن ختم بھی کبھی نہیں ہوئی ہمیشہ تسلسل سے چلتی چلی آرہی ہے۔ جس طرح احادیث کی سند میں تسلسل ہے اسی طرح برکات نبوت کی ترسیل میں بھی تسلسل ہے۔ تمام سلاسل تصوف تسلسل کے

ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ تک پہنچتے ہیں۔ ہر سلسلے کے پاس اپنا شجرہ مبارک ہے جو ثابت کرتا ہے کہ کس نے کس سے برکات حاصل کیں اور بالآخر یہ تسلسل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی تک پہنچتا ہے۔

ہر عہد میں بڑے سے بڑے اور نہایت اعلیٰ مقام کے حامل صوفی گزرے ہیں لیکن اس نعمت کو اس طرح عام نہیں کیا گیا۔ ان کے لاکھوں مریدین تھے ان سب کو اعمالِ صالحہ کی تلقین کی جاتی لسانی اذکار تسبیحات اور قرآن کریم کی تلاوت کا حکم دیا جاتا لیکن کیفیات باطنی کی تربیت گنتی کے چند افراد کو دی جاتی۔ خود حضرت جیؒ نے اس راہ میں پندرہ بیس سال اکیلے ہی لگائے اور بہت عرصہ اسے عام نہیں کیا اس کے بعد چار پانچ ساتھی تھے جنہیں حضرت جیؒ نے اللہ اللہ سکھائی باقی سب کو ظاہری تعلیم تبلیغ پر ہی رکھا۔ مجھے جب اللہ کریم نے حلقہ ذکر میں داخل ہونے کی توفیق بخشی تو ہم چار پانچ ساتھی ہی ہوا کرتے تھے۔ اس کے بعد بارگاہِ رسالت سے حکم ہوا کہ اس نعمت کو عام کر دیا جائے یہ اللہ کی مرضی کہ صدیوں جس نعمت کے طالب اور اس کے حامل خال خال تھے اس نعمت کو اللہ کریم نے حضرت جیؒ کے ذریعے عام کر دیا۔ خیر القرون کے بعد حضرت جیؒ کے حصے میں یہ نعمت آئی کہ ہر آنے والے کو قلبی کیفیات سے بہرہ ور کیا گیا۔ اتنی نازک اور قیمتی دولت کو اللہ کریم نے یوں عام کر دیا یہ اس کی مرضی لیکن اس کا سبب یہ ہے کہ اس عہد کے لوگوں کے حالات اتنے بگڑ چکے ہیں کہ ظاہری تعلیمات سے لوگوں کی اصلاح ممکن نہیں رہی لوگ دین کی تعلیمات اور قرآن و حدیث کے ارشادات جیسی قیمتی باتوں کو سنتے ہیں لیکن توجہ نہیں دیتے۔ لوگوں کے مزاج میں ایسی بے حسی داخل ہو چکی ہے کہ دینی جلسے میں جاتے ہیں دو۔ دو گھنٹے علماء کا وعظ سنتے ہیں اگر ان سے پوچھا جائے کہ کیا بیان ہوا تو بتائیں گے کہ بڑا خوبصورت وعظ تھا انداز بڑا دلنشین تھا برمحل اشعار سنائے گئے۔ بہت لطف آیا دو گھنٹے گزرنے کا پتہ ہی نہ چلا لیکن یہ نہیں بتا سکیں گے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کئے ہوئے کون سے احکام بیان ہوئے کن مسائل پر بات ہوئی؟ دل پر کتنی چوٹ لگی، اپنی اصلاح کی کتنی فکر دامن گیر ہوئی؟ سو علماء کی بتائی ہوئی اچھی باتیں نہ کسی کو یاد ہوتی ہیں نہ اصلاح احوال کی طرف توجہ جاتی ہے حالانکہ جتنی تبلیغ آج ہو رہی ہے پہلے کبھی نہ ہوئی بلکہ اب تو مبلغین کی ایک جماعت بین الاقوامی سطح پر کام کر رہی ہے جو سارا سال تبلیغ کے سوا کچھ نہیں کرتی لیکن جب عمل کی طرف آئیں تو جو لوگ خود تبلیغ میں سال بھر لگا کر آتے ہیں اعمال میں ان کا پلو بھی خالی نظر آتا ہے اگر ان کی تبلیغ کا اثر خود ان پر نہیں ہوتا تو دوسروں پر کیا ہوگا؟ اور اب تو یہ حال ہے کہ جو چالیس دن لگا کر آ جائے وہ سمجھتا ہے کہ یہ چلہ ہی اس کی جنت کی ضمانت ہو گیا ہے اب عملی زندگی میں جو چاہیں کرتے رہیں یہ قصور تبلیغ کا نہیں لوگوں کے مزاج بدل گئے ہیں۔ قلم کے اشتہار ہو یا دوا کا ہر جگہ نیم برہنہ خواتین نظر آتی ہیں۔ اگر دینی مدارس اور دینی رسالے کام کر رہے ہیں تو بے حیائی اور فحاشی پھیلانے والے اس سے آگے بڑھ کر کام کر رہے ہیں فحاشی اور عریانی کا آج وہ طوفان برپا ہے جس کے بارے سوچا نہیں جا سکتا تھا ان حالات میں جب تعلیماتِ ظاہری اور خطابت و تقاریر بے اثر ہونے لگیں تو اللہ کریم نے کیفیات قلبی اور ایمان و یقین کی کیفیات کو عام فرما دیا اور یہ سعادت حضرت جیؒ اور سلسلہ عالیہ

کے حصے میں آئی۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ اب بگاڑ اس حد کو جا پہنچا ہے کہ ہماری اصلاح اس سے بھی نہیں ہو پا رہی جبکہ یہ آخری علاج ہے۔ روحانی بیعت تو اتنی بڑی سعادت ہے آدمی اس کے بارے سوچ بھی نہیں سکتا جو لوگ اس شعبے میں وقت نہیں لگاتے وہ تو سرے سے ہی اس کا انکار کر دیتے ہیں کہ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں یہ بھلا کیسے ہوسکتا ہے کہ چودہ صدیوں کا فاصلہ طے کر کے کسی کی روح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر کسی کی روح کو بیعت نصیب ہو۔ حقیقتاً یہ اتنی بڑی نعمت ہے اتنی بڑی دولت ہے کہ اس کی عظمت کو ناپنے کا کوئی پیمانہ نہیں۔ حضرتؒ کے ارشادات میں سے ہے کہ اگر کسی کو کوئی شیخ مراقبہ احدیت کرا دے تو پھر اسے کسی اور کرامت کی طلب فضول ہے۔

دنیا میں وقت کا ایک پیمانہ ہے جسے ماہ و سال کہتے ہیں۔ اس کے بعد روشنی کی رفتار سے سفر کرنے کے پیمانے کو نوری سال کہتے ہیں۔ روح اور فرشتے کے سفر کی رفتار نوری سال سے بہت زیادہ ہے بلکہ ان میں کوئی مناسبت ہی نہیں۔ اللہ کریم کی قدرت ہے کہ وہ روح کو یہ قوت دے دیتا ہے کہ وہ آن واحد میں احدیت پر پہنچ جائے لیکن درحقیقت اس رفتار کے حساب سے جس رفتار سے روح اور فرشتہ سفر کرتا ہے زمین و آسمان کا فاصلہ پچاس ہزار سال کا ہے۔ اس طرح سفر کرتے پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں، چھٹا اور ساتواں آسمان بھی ختم ہو جائے تو پھر احدیت آتی ہے یاد رہے کہ روح عالم امر سے ہے اور فرشتہ عالم خلق سے لہٰذا روح کی رفتار فرشتے کی رفتار سے بہت زیادہ تیز ہے اور کوئی اللہ کا بندہ بیک نگاہ کسی کی روح کو احدیت پر کھڑا کر دے تو یہ بہت بڑی کرامت ہے پھر جب کوئی اس سے آگے کے مراقبات کرتا ہوا سیر کعبہ سے ہوتا ہوا بارگاہِ رسالت میں جا پہنچے تو اس کی عظمت کے بارے سوچنے میں سوچیں بھی ساتھ چھوڑ جاتی ہیں انہیں ماپنے کا کوئی پیمانہ نہیں رہتا۔

لیکن اصل سوال یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری کیا ہے؟

سادہ سا جواب اسی بات میں ہے کہ یہ نعمت کیوں عام کی گئی اس لئے کہ اصلاح عالم کی ضرورت تھی پہلی امتوں میں جب بگاڑ پیدا ہو جاتا اور تعلیمات نبیؑ فراموش ہو جاتیں تو نیا نبیؑ آجاتے نیا رسولؑ بھیج دیا جاتا، کتابوں میں تحریف ہو جاتی تو نئی کتاب بھیج دی جاتی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب آخری کتاب ہے اور اس میں تحریف بھی ممکن نہیں کہ اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ اللہ کریم نے خود لے رکھا ہے۔ تحریف کی جتنی مذموم کوشش کی جاتی ہے وہ اس کے معنی پر کی جاتی ہے۔ کتاب کے مندرجات اور قرآن حکیم کے الفاظ تبدیل نہیں کیے جا سکتے۔ اسلام دشمن طاقتوں نے ہمیشہ کوششیں کی ہیں آئندہ بھی کرتی رہیں گی لیکن نہ پہلے کچھ بگاڑ سکیں نہ آئندہ کچھ بگاڑ سکیں گی اس کتاب پر عمل کے لئے قرآنی تعلیمات و ارشاداتِ نبوت کے عملی پیکر کو قوت دینے کے لئے یعنی شریعت پر خلوص کے ساتھ عمل کا جذبہ مضبوط کرنے کے لئے اللہ کریم نے یہ نعمت عام کر دی کہ سینے میں برکاتِ نبوت آجائیں، روح بارگاہِ رسالت میں پہنچی ہوئی ہو۔

جب قلب اتنی بڑی دولت پا لے تو پھر اسے حکم نبوت بھی یاد رہنا چاہئے بلغوا عنی ولو ایہ کہ میری بات میری طرف سے آگے پہنچا دو خواہ تمہارے پاس ارشاداتِ عالیہ کا ایک جملہ ہی ہو یعنی اس نعمت عظمیٰ کو پانے والے پر یہ ذمہ داری آگئی کہ وہ دین کی ترویج کا باعث بنے جس نے ارشاداتِ عالیہ میں سے ایک

جملہ بھی سنا ہو وہ زندگی بھر جہاں جائے وہی جملہ وہاں پہنچاتا رہے۔ نفس اور شیطان کی چالیں بھی عجیب ہیں دیکھا یہ گیا ہے کہ جب کسی کو یہ نعمت نصیب ہو جاتی ہے تو پھر نفس اور شیطان اسے اس زعم میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ وہ اب بڑا آدمی ہو گیا ہے۔ عظیم ہستی بن گیا ہے۔ اب لوگوں کو چاہیے کہ وہ اسے بہت احترام دیں یوں وہ اپنی بڑائی میں مبتلا ہو جاتا ہے حالانکہ بڑائی صرف اللہ کے لئے ہے اللہ اکبر اللہ ہی بڑا ہے اور بندہ تو بس بندہ ہی ہے۔

فنافی الرسول پانے والے پر ذمہ داری یہ آ جاتی ہے کہ بندہ ترویج دین کو اوّلیت دے دنیا کے کام ذمہ داری سے انجام دے۔ کمانا، خرچ کرنا، گھر والوں کی ذمہ داریاں نبھانا، دوستی دشمنی رشتہ داریاں نبھانا ان تمام کاموں کو اس انداز میں کرے جس انداز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہے اس کے ساتھ ساتھ احیائے دین کے لئے نیکی اور بھلائی پھیلانے کے لئے، محنت و مجاہدہ اپنے اوپر لازم کر لے اپنا روزانہ کا حساب کر لے کہ اس نے کتنے لوگوں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ زبان سے پہنچائے اور اس سے زیادہ اپنے عمل سے پیغام دے۔ اگر اس کے اپنے اعمال سنت کے تابع ہوں گے تو وہ اپنی عملی تبلیغ کرے گا اور اگر اپنے اعمال سنت کے خلاف ہوں اور وہ انہیں سنت میں لانے کی کوشش بھی نہ کر رہا ہو اور دوسروں کو زبانی تبلیغ کرتا رہے تو کیا فائدہ ہوگا۔ ہاں اپنے اعمال پر نگاہ رکھے انہیں اتباع رسالت میں لانے کی کوشش کرتا رہے اور ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کرے تو فائدہ ہے۔

نبوت کا اظہار اور ولایت کا استتار

مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حوالے سے یہ بات ملتی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبوت کا اظہار واجب ہے اور ولایت کا استتار واجب ہے یعنی نبی کے لئے نبوت کا اعلان ضروری ہے اور ولی کے لئے ولایت کا چھپانا ضروری ہے بات یہ درست ہے لیکن اسے غلط معنوں میں سمجھا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کسی کے لئے بھی اپنی ولایت منوانا ضروری نہیں یعنی ولی کسی کو یہ نہ کہتا پھرے کہ مجھے اللہ کا ولی مانو اور میری عظمت کے قائل ہو جاؤ اس طرح سے استتار واجب ہے لیکن اس کا یہ مطلب نکالنا غلط ہے کہ ولایت کے پیغام پر بات ہی نہ کی جائے۔ اللہ کی دوستی اور اس کی محبت کو عام ہی نہ کیا جائے اور دوسروں تک اس عظیم نعمت کو پہنچانے کی بجائے چھپایا جائے اس ضمن میں حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ولایت اگر دین ہے تو اس کا چھپانا کیسے واجب ہے؟ اور اگر یہ دین نہیں ہے تو اسے اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے تو اس میں دونوں باتوں میں مطابقت ایسے ہوتی ہے کہ حضرت تھانویؒ کے قول میں استتار کا معنی یہ ہے کہ نبی اپنی نبوت منواتے ہیں یہ ان کے لئے ضروری ہے اور ولی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنی بزرگی منواتا پھرے۔ لیکن چونکہ کیفیات قلبی دین کی اساس ہے، دین کی قوت ہے، قوت عمل عطا کرتی ہے بندے کی اصلاح کرتی ہے لہٰذا اس قوت کا اظہار قوت سے ہونا چاہیے۔

لطیفہء قلب بہت بڑی دولت ہے

حضرت جیؒ کے الفاظ مجھے یاد آ جاتے ہیں وہ فرماتے تھے کہ ہر ملک کا ایک سکہ ہوتا ہے جب اس ملک میں جائیں تو اس کی قدر ہوتی ہے۔ فرماتے تھے کیفیات قلبی، ذکر و مراقبات آخرت کا سکہ ہے جو قبر میں جائے گا اسے پتہ چلے گا کہ وہ کتنی بڑی دولت لے کر آیا ہے اور یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔

ہمارے ایک ساتھی ہوا کرتے تھے اللہ انہیں غریق رحمت کرے خان زمان ان کا نام تھا۔ کاشتکار، زمیندار اور ان پڑھ دیہاتی تھے فرمایا کرتے تھے ''میاں جب قبر میں سر رکھو گے تو اندازہ ہوگا کہ یہ کتنی بڑی دولت ہے۔'' صرف ایک لطیفہ قلب

اتنی بڑی دولت ہے اور سات لطائف نصیب ہو جائیں تو وجود کے ڈھائی کھرب سیل ذاکر ہو جاتے ہیں اور اگر کسی کو مراقبات عطا ہو جائیں اور مراقبات میں فنافی الرسول نصیب ہو جائے تو یہ اتنی بڑی نعمت ہے اتنی بڑی کہ اس عالم میں اس کا اندازہ ہی نہیں ہوتا۔ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے یہ میرے ذاتی مشاہدات ہیں الحمدللہ کہ موت کا وقت آیا تو ان کی روح بارگاہِ رسالت میں تھی ملک الموت نے صرف روح وبدن کا جو دنیاوی رشتہ تھا اسے منقطع کر دیا۔ فنافی الرسول ہونے والے کی ذمہ داری یہ ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے قول وفعل دونوں سے تعلیمات نبوت کو عام کر لے۔ کیفیات قلبی کی دولت کو عام کرلے اور اللہ کے بندوں کو اللہ کی نافرمانی اور غضب الٰہی سے بچانے کا کام کرلے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جہاد کی کمان عطا فرما کر جہاد کے لئے رخصت کرتے ہوئے فرمایا اس بات کو یاد رکھنا کہ ہزار کافر کو بحالت کفر جہاد میں قتل کر دینے سے زیادہ اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ کسی ایک بندے کو جہنم جانے سے بچا لیا جائے تو رضائے الٰہی کے لئے اس کی رحمت کو پانے کے لئے اس دولت کو اس نیت سے عام کرنا کہ اللہ کے بندے اللہ کی اطاعت اختیار کرلیں اور ان میں یہ قوت بھی آجائے کہ شیطان کے چنگل سے بچ سکیں اور حقیقت کو پا سکیں یہی ضروری کام ہے اور یہی ذمہ داری ہے۔ اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے محنت کریں اور اپنے کاموں میں اسے اولیت دیں۔ کاموں کی فہرست ان کی اہمیت کے مطابق بنائی جاتی ہے جو کام سب سے اہم ہوتا ہے اسے کاموں میں سرفہرست رکھا جاتا ہے۔ اللہ کریم توفیق عمل دیں اور اس پر نتائج مرتب فرمایئے۔

وآخر دعوانا عن الحمدللہ رب العلمین

ماہِ رمضان کی الوداعی تقریب میں

ماہِ رمضان گیا راحتِ جاں گیا
رب کا بھیجا ہوا ہم سے مہماں گیا

اولہ رحمۃ و اوسطہٗ مغفرۃ و آخرہٗ عتقٌ من النار......(الحدیث)

نارِ دوزخ سے دے کر بریّت ہمیں
بخشوانے کا کر کے وہ پیماں گیا
کر دیا آ کے شیطان زنداں میں بند
دل کے امراض کا کر کے درماں گیا
ساتھ دینے کا وعدہ کیا حشر تک
رُو سیاہوں پہ کر کے احساں گیا
لے کے آیا تھا تحفہ شب قدر کا
ہر تہی دست کا بھر کے داماں گیا
کیسا وقت سحر تھا سہانا سماں
لطف افطار کا تھا جو ساماں گیا
کر کے خاکی بشر کو خدا آشنا
وصلِ بندہ و آقا پہ نازاں گیا
رب کے در پہ جھکا کے جبینِ بشر
کر کے اِس کو عطا ذوقِ عرفاں گیا
یوں برستا رہا اِس میں ابرِ کرم
کہ بہاتا ہوا کوہِ عصیاں گیا
اِک تقدس بھری تھی فضا چار سُو
جابجا ، کو بہ کو ، جس کا فیضان گیا
جاتے جاتے بھی ہم کو وہ بھولا نہیں
عید کی بانٹ کر ہم میں خوشیاں گیا
تو اویسی نہ اس قدر دل گیر ہو
سال بھر کے لئے ہی تو مہماں گیا

(انجینئر عبدالرزاق اویسی ٹوبہ)

incomplete without reciting 'as-Salaam-o Alaika Ayyohun Nabi', it remains incomplete without reciting Darood Ibrahimi. Which Muslim is entitled to extract the remembrance of such a personality from the deeds of or Muslim and limit it to a single celebra-tion in a year? You talk about years but I say that even a lone moment in which a person be-comes neglectful of adherence to the Holy Prophet-saaws is spent in a state of Kufr.

May ***Allah*** protect and guide every one! May ***Allah*** grant the ability to understand heights to which the Holy Prophet-saaws has elevated a handful of dust (man), that he has enabled him to re-alize the favours of the Divine Being. He started realizing how graceful ***Allah*** has made him, granted him kind parents, loving brothers and sisters, and blessed him with children. The feeling of gratitude developed as a result of his realization of Divine favours blessed him with ***Allah's*** gnosis and ***Allah's*** love. He didn't need to wander in the wilderness or Valleys to find ***Allah's*** love. He was told," Adhere to me and follow me, Allah-swt Himself will start loving you. He will grant you your wishes. He will fulfil what you speak. He will redirect the course of His universe on your request." This is the meaning of the blessed verse: "Follow me, ***Allah*** will start loving you."

The scholars of Seerat differ about the date of the blessed birth (of the Holy Prophet-saaws), whether it was 9th or 10th or 11th of Rabi al Awwal. Majority of the seniors agree on 9th. Leav-ing this issue aside, it is important to remember that the date of birth in also the date of deputa-tion (of the Holy Prophet-saaws). And the most important point to note is that wherever the Holy Quran mentions about him, it refers to his deputation. It conveys Orders and instructions to those who believe in his-saaws Prophethood. It also makes them aware of the demands of the honourable deputation, because it is the believers exclusively, who benefit from the blessings of this honour-able deputation.

The Holy Quran instructs those who believe in the Holy Prophet-saaws and makes them aware of the demands of his blessed deputation, because it is they who avail of the blessings of deputation. However, whenever Muslims talk about the Holy Prophet-saaws they talk about his birth only, probably because no demands are associated with his birth. But if they talk of his deputation then they have to surrender his life because it does not remain his life any more. He loses his identity as well as his liking and is left with no option but to follow the Holy Prophet-saaws. Our clever in-tellect has enticed us never to mention his deputation but to talk about the birth, which asks noth-ing from us. Just sing, eat and drink, make merry, raise hell; arrange birthday celebrations, adopt new ways, leaving the ways of Allah's Prophet-saaws, and return home calling each other pious and noble.

When alone, do think about ***Allah's*** instruction to the believers in the Holy Quran: If you love Al-lah, follow me. ***Allah*** will start loving you.

May ***Allah***-swt grant this blessing to everyone! Anyone who received this blessing achieved the objective of his life.

Jannah (dwellers of Paradise). After this certificate they will do only that which suits Ahl-e Jannah and is liked by Allah-swt. This interpretation is supported by another Prophetic saying, 'if after me, there arises a difference of opinion within the Ummah about some matter, and there is only one of the Ahl-e Badr present in the whole world, it is his opinion that should be followed even if the opinion of the entire Ummah is different from it.' It is because the scale to measure in the sight of ***Allah***-swt is sincerity and not majority. And Ahl-e Badr are those people who have truth in their hearts as well as on their lips, so their opinion will never be wrong.

However, when ***Allah***-swt addressed such of His-swt favourite slaves about the respect for the Holy Prophet-saaws, He-swt said: 'Don't ever raise your voices above the voice of My Prophet, else all of your good deeds will be wasted and you won't even know'. These words are being spoken to those great people who had emigrated, had participated in Jihad and were indeed the stars of the heavens of guidance. And what is being said, that all your sacrifices, all good deeds, all worship will be wasted if your voice is raised, even unconsciously, above the voice of my Prophet-saaws. It requires such deep-rooted respect within the heart and soul and within the mind and intellect that even unconsciously one doesn't step outside the bounds of respect. That is the standard of re-spect laid by ***Allah***-swt for the Holy Prophet-saaws. However, the devotees who celebrate his-saaws birth and recite Darood and Salaams on him-saaws also consider him present in their gatherings. Then, considering him as present, they remember him with band and music using loud speakers. It is beyond comprehension how they reconcile these two diverse concepts.

Allah-swt has mentioned about His-swt beloved: *Allah* sends His Choicest Favours upon His Prophet and so do His Angels (invoke Allah's Choicest Favours for him). O you who believe, you should also send your salutations and peace upon him with due fondness and devotion. The word 'Darood' is derived from 'Dareedar', which means an uninterrupted string, an endless work without break. When this word is referred to ***Allah***-swt, it signifies there is no break in this proc-ess. Divine Lights keep attending towards the Holy Prophet-saaws consistently and continuously. He-swt continuously showers His Personal Refulgence on His Beloved Prophet-saaws. The Angels also keep praying constantly before ***Allah***. to send His Mercy on the Holy Prophet-saaws. The be-lievers have been commanded to send such Darood that adequately fulfils this obligation. This obligation of sending Darood has two aspects. First is that you should recite as much Darood as possible. Send your verbal salutations to him, by the word of mouth and also send practical peace and salutations to him by following him in belief and conduct. The second and very important aspect, which is usually overlooked by many, is that you should send Darood, keeping in view the respect of the Holy Prophet-saaws, as ordained by ***Allah***-swt. You should send Darood with due regards to respect and the defined principles. Nowhere, you are allowed to adopt the ways of your choice. However, the reality is that Muslims have confined the blessed remembrance of their Holy Prophet-saaws to a single annual celebration, while, he-saaws is the personality whose re-membrance is embedded in every action of a Muslim.

Although Wudhu is not obligatory is itself but it becomes obligatory for the purpose of offering Salah. It is necessary to face Qiblah during Salah and also to offer Salah within the prescribed timing. It is likewise necessary so recite Darood Sharif in Salah. Salah remains incomplete with-out Tashahhud; it remains

with his instructions but according to their personal desires. They earn the displeasure of Allah-swt and the Holy Prophet-saaws by committing excesses in their expression of love.

The Holy Prophet-saaws is that personality for whom the both worlds can be sacrificed! He-saaws has been mentioned as 'The Mercy for the Worlds' in the Holy Quran. We have sent you not ex-cept as Mercy for the Worlds. He-saaws is the Mercy for all worlds, this world, that world, from under the soil to the Arsh, he-saaws is the Mercy for all creations of ***Allah***. He-saaws is such a per-sonality that to forget him is like forgetting one's deeds. His remembrance is present in every ac-tion. One should be conscious while speaking that his speech may not earn him the displeasure of the Holy Prophet-saaws, one should keep his preference in view when buying clothes and one should duly consider his-saaws liking in dealings and in business. Thus, adherence to the Holy Prophet-saaws is a lifetime commitment. It is a relationship that is celebrated throughout life. His-saaws liking is given due importance in every matter and at every moment, from attaining con-sciousness to the last breath of one's life. This blessed obligation can never be adequately ful-filled even if frequent meetings are held to propagate his message, to remember him and talk about him, and to offer Darood and Salaams to him. Although his-saaws abode, the Raudha-e Athar is located under the heavens, on earth, in Madinah Tayyebah, but its respect is more subtle than that of the Arsh-e Azeem. It is a very delicate affair to keep in mind the respect and great-ness of his station.

There is a place under the sun,
So sacred and sanctified it is,
The even the personalities
Like Abu Bakr and Umar,
Dare step with their breath withheld
It is because of awe and reverence.

What level of respect for the Holy Prophet-saaws is acceptable to Allah-swt? It can be assessed by the Divine Command given in the Holy Quran: Don't raise your voices above the voice of the Prophet...lest all your good deeds are wasted and you know not. (49:2) Who were the first ad-dresses of this Command? They were the devotees and the Companions of the Holy Prophet-saaws. They were the first Muslims, those who endured extreme persecution, sacrificed their lives in service to the Holy Prophet-saaws and migrated, preferring the company of the Holy Prophet-saaws to their wealth, home and property. When Jihad was made obligatory, they participated in the battles of Badr and Uhud. With their blood, they wrote indelible chapters of valour and bravery. Fighting under the command of the Holy Prophet-saaws, they killed their opponents and also got martyred. They acquired the certificate of Divine Pleasure through the Holy Prophet-saaws, after passing through all these trials. The Holy Prophet-saaws remarked about his 313 Companions who participated in the battle of Badr: 'From today on, do what they may; Jannah has been destined for them'. Interpreters of Hadith, while explaining this Hadith write that the Holy Prophet-saaws has not placed any restriction on them, but has said, 'they may do whatever they like'. What then is the real meaning of this Prophetic saying? They opine that Companions of Badr are favourite slave of Allah-swt, whom He-swt has granted the certificate for Jannah and changed their nature to resemble the nature of Ahl-e

'these people don't know even the abc of Islam! There is no trace of Islam anywhere in their belief and conduct, dealings and business, speech, culture and civilization.' As portrayed by a poet:

In your appearance are you,
Like the Christians,
In you culture appear you,
Like the Hindus
Would you rightfully claim to be the Muslims?
While even the Jews feel shame to watch you!

It is not the masses only but the rulers who are also sailing in the same boat. Who feels any pain when our rulers declare that the Islamic regulations are impracticable and the Islamic punish-ments are barbaric, because the first to act by Islam were the Companions of the Holy Prophet-saaws and the ones to implement the Islamic regulations and punishments were none other than the Righteous Caliphs? Who are being mocked at and whose Deen is being ridiculed? Did these comments draw any reaction from any quarters? No doubt the common man is over whelmed by poverty, but did anyone else speak out? I had said even then from this stage, said it many times and repeat it today, why do you try to pull someone back to the fold of Islam after his death, someone who, throughout his worldly life, had been considering Islam as impracticable and Is-lamic punishments as barbaric? Why do you use Islamic phrases like Shahadat (martyrdom) and Shaheed (martyr) for him? Bathing the dead body and offering funeral prayer are also Islamic rituals. Why do you drag the deceased into Islamic customs when he considered Islam as obso-lete, its punishments as barbaric and its regulations as impracticable precepts of the fools? Em-bellish the body in accordance with your 'enlightenment', play the band and get the body cre-mated in an electric furnace in line with your enlightened customs. Keep him away from Islamic customs, because burying the body is also an Islamic custom. In Europe the local administration keeps collecting the corpses of dogs, horses, donkeys etc. These are dumped in cold storage where the human dead bodies are also stored. When a specified number has been collected, they put these in the electric furnace, press a button and everything is instantly converted into ashes. Then, by guess they hand over the ashes to the mourners, that these are the ashes of their father and these are of their mother. Then these ashes are stored in urns decorated on cornices in homes. 'This urn contains the ashes of such and such person, while that urn contains the ashes of someone else.' In Far East they convert these ashes, with the help of rays, into a stone which is set in a ring and worn by the descendants, this is his father and that is his mother. Why do you label these enlightened people with ancient words like Shaheed and Shahadat? You should like-wise get their stones and decorate them in wash room of the Presidency and the Prime Minister House, so that every incumbent can see his predecessors.

What comparison can this time have with the time of the Companions? There are limitless dis-tances in between! These so called enlightened rulers have no connection with Islam. However, what can be said about the masses, those who claim to be Muslims, are proud of their Islam, but also have the courage to spend their lives their own way? If they celebrate the birth of their Holy Prophet-saws, they do it the way they like. They confine his remembrance to only one day in a year and celebrate that day not in accordance

him to obey them. From this point onward his thought process touches a new high. Human intellect draws guidance from the saying of the Holy Prophet-saaws that parents are not the creators; that Being is the Creator Who has created everything; He Who granted parents, Who is also the Creator of parents, the One Who placed love for children in their hearts, put the universe to the service of mankind, placed earth as the centre of attention of all heavenly bodies, whose attention causes the fruit and flowers to grow, vapours rise, rain falls, seas rise and fall and thus the system of na-ture continues to operate on the earth, ever ready to serve the human beings only. After mention-ing the favours of parents, human thinking is raised to realize the favours of the Real Master. Then the realization settles in the heart of man that his real Master is the One Whose favours cannot be counted. This realization dawns upon man only after believing in the Holy Prophet-saaws, loving him and following him. The Holy Quran describes this condition as: If you count the Favours of ***Allah*** you will not be able to count them. If you start counting the favours of ***Allah***, you may reach the end of your life before reaching the end of your count. If you reflect on this, waves of love will start flooding your heart. You will want to reach ***Allah***-swt, because every lover longs for the company of his beloved. To achieve this, 'Say (O Prophet-saws) if you love ***Allah***, follow me', that is if you want ***Allah's*** love to settle in your heart, you should adhere to me. If you follow the Holy Prophet-saaws in your beliefs and conduct, in your criterion of right and wrong, in your peace and war, and in the matters of profit and loss then ***Allah*** Himself will start loving you. He will be the Lover and you will be the beloved! Every sentence uttered by you will be responded to by nature. Whatever be your personal status, adherence to the Holy Prophet-saaws will grant you a position of eminence with ***Allah***-swt. Several such examples can be seen during the time of the Holy Prophet-saaws. Some of the Companions belonged to wealthy families but when they accepted Islam their families boycotted them. Some were initially rich but subse-quently lost their wealth. One of such impoverished Companions passed by a gathering of the Holy Prophet-saaws. He-saaws asked those present, 'what do you know about him?' The Companions said, 'he appears to be a simple and poor man. If he proposes to someone, he may be refused.' The Holy Prophet-saaws said, 'But if this man says something with his confidence in ***Allah***, ***Allah***-swt will most certainly fulfil it.' That is people may or may not be aware of his importance but he enjoys such status with ***Allah*** that He-swt accepts everything that he says. Why is it so? It is so because he is of those whom ***Allah*** loves. They are the people who follow the Holy Prophet-saws with their heart and soul. They spend their lives on a pattern that he-saws has endorsed. They remember him every moment. They don't feel free by just celebrating his birthday. The fa-vours of the Holy Prophet-saws on a believer are so numerous and great that a believer may for-get himself in life but he can never forget his Holy Prophet-saws. Only those people are remem-bered annually, who have otherwise remained consigned to oblivion. Only those are remembered occasionally who can ever be forgotten! And if someone happens to the essence of existence, his remembrance be the lifeline, then every breath will be scented with his fragrance. Servants of the Holy Prophet-saaws possess distinct grace in mannerism and conduct. However, there is a great difference between today's Muslims and the Companions of the Holy Prophet-saaws. Ustad ul Mu-karram-rua used to say, 'If Allah-swt grants second life to some of the Companions and sends them back to the world and they come across Muslims like us, they will exclaim,

of Rahmaniyyat is linked with this world. When this temporary world comes to an end, the display of this Divine Attribute will also be curtailed. The word 'Rahman' has similar phonetic roots as ***'Atshan'*** and 'Felan'. Atshan means someone who is very thirsty. However when he drinks water his thirst well be gone. Similarly ***Allah***-swt is Rahman for everyone in this World. He has blessed even those who do not believe in Him. ***He*** has granted them every blessing including existence, offspring, wealth, power and rule. This is His Rahmaniyyat. However, if they do not profess Faith and do not accept it till their last moments and die on Kufr, then they will be deprived of Divine Mercy. Ar-Raheem is that At-tribute of Allah-swt which is manifested eternally; its display covers all worlds. Those slaves of Allah-swt who earned His Raheemiyyat here in this world will find Him Raheem in the next world also. ***Allah*** is Raheem for those people who associate themselves with the Holy Prophet-saaws in this world. Now, even death cannot take away Raheemiyyat from them; they have thus earned ***Allah's*** Mercy forever. ***Allah*** is Rahman for His whole creation and the Holy Prophet-saaws is the Mercy for the whole Universe. Allah's Mercy is linked with the blessings of the Holy Prophet-saaws. The universe is existing because of Divine Mercy. However, ***Allah***-swt not has as-signed importance to the blessings in this world from a material perspective only. He has rather made it clear that all dwellings that are inhabited, the sun that rises and sets over them, winds that blow, rain that falls, the buds that bloom and flowers that blossom, fruit that grow and ripen, crops that grow, people that live and children that they beget, happiness that is showered, this world that exists, all this is dependent upon a single factor: there exists someone on the face of this earth who follows the Holy Prophet Muhammad-saaws. If ever there comes a time, when there is not a single soul to follow the Holy Prophet-saaws, the whole table will be turned. The earth and skies will be torn asunder, sun will darken and stars will fall, every living and non living creature will be exterminated and Qiyamah will befall. ***Allah***-swt has thus made it clear that the whole uni-verse exists because of His Rahmaniyyat. However, it does not befit human greatness to just avail of the material benefits from Rahmaniyyat and leave the world. The Holy Prophet-saaws re-portedly said, 'had this world been worth the wing of a mosquito, a Kafir would not have re-ceived even a small particle.' Attainment of material benefits is of no significance with ***Allah***, that is why he has granted material blessings to a Kafir. What then is significant to ***Allah***? It is adherence to the holy Prophet-saaws, that is of fundamental significance with ***Allah***. It is only ad-herence to the holy Prophet-saaws, on this earth, in the heavens, in the whole atmosphere and the whole world that is significant to ***Allah***. He-swt mentioned it in the Holy Quran, 'If you love Al-lah, follow me'. (3:31). That is, there is only one path for those who want to love Allah, the path of the Holy Prophet-saaws!

Allah-swt invites human wisdom to think: For you has been created all that is on the earth. All that exists on this earth has been put on service of each one of you. A wise person passing through the hum drum of life and attending towards his wordy commitments also tries to assess his friends and foes; who is the one that benefits him and which one harms him. During his con-templation he remembers someone who sacrificed her sleep to lull him to sleep; someone who underwent hardships to bring him up; someone who worked hard to educate him, provide for him, trained him and enabled him to attain to something. Thus, the greatness of his parents dawns upon the sane person, he starts loving them, adoring them. His love compels

Deputation of the Universal Mercy-saaws

Translated Speech of His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar ul Irfan
21 March 2008

He it is Who sent ***His*** Messenger with Guidance and the True Religion, that He may make it su-perior to all Religions. And All-Sufficient is ***Allah*** as a Witness. (48:28)

Congregations are being held in Rabi al-Awwal at government level throughout the country to celebrate the birth of the Holy Prophet-saaws. People are arranging celebrations in which the bless-ings of the birth and the miracles of the Holy Prophet-saaws are being recounted. It is a blessing in itself to mention the blessings of the Holy Prophet-saaws. However, when ***Allah***-swt mentions the Holy Prophet-saaws in the Holy Quran, at all occasions ***He***-swt mentions about his-saaws deputation (as a Messenger) only. That is, whenever the Holy Quran talks about the Holy Prophet-saaws it talks only about his deputation.

Indeed ***Allah*** conferred a great favour on the believers when ***He*** sent among them a Messenger. (3:164).

Here ***Allah***-swt has mentioned the deputation of the Holy Prophet Muhammad-saaws as ***His*** own in-troduction. '***Allah*** is He, Who sent the Messenger-saaws.'

The Holy Prophet-saaws resolved one of the greatest issues of humanity in an instant. Maulana Hali (a prominent poet of the Indian Sub Continent) has expressed it as:

That which could neither be described by the philosophers nor resolved by the intellectuals;

That secret was revealed by the 'Cloak Wrapper-saaws' in a few words.

The poet says there existed researchers, philosophers, historians, intellectuals, scholars and ex-perts of every field of life, but none could tell who was the Owner of this universe and what were His Attributes. This question could not be answered by the wisdom of any sage. However, the Holy Prophet-saaws expressed its complete solution in the basic 'Proclamation of Unity' phrase of Islam. It is evident from the study of the Holy Quran that whenever it mentions about the Holy Prophet-saaws it does so with reference to his appointment (as the Messenger). Even when it men-tions the forty years of his life prior to his deputation it mentions these as the proof of his Prophethood. For example it mentions: I have spent a whole lifetime among you (10:16). O My beloved! Tell them 'I have spent a whole lifetime with you. You cannot point a finger at any event of my forty years life. If I was Truthful and Trustworthy for all these years how come I have all of a sudden started telling lies (God forbid!) after speaking the truth for forty years? How can someone who has never told a lie about any human being start fabricating lies about Allah-swt? It should however be noted why the Holy Quran has not mentioned the birth of the Holy Prophet-saaws only, although the blessed self of the Holy Prophet-saaws is the Mercy for the whole universe? It is for the reason that there are two aspects of Divine Mercy which are also mentioned in 'Bismillah ar-Rahman ar-Raheem.' ***Allah*** is Rahman as well as Raheem. All of ***His*** Attributes are Eternal; however the display of ***His*** Attribute

فہرست کتب

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دار العرفان منارہ ضلع چکوال

شیخ المکرم حضرت مولانا اللہ یار خانؒ

1-	تعارف (اردو)	10.00
2-	تعارف	10.00
3-	دلائل السلوک (اردو)	150.00
4-	دلائل السلوک (انگریزی)	150.00
5-	حیات النبی ﷺ	30.00
6-	حیات برزخیہ (اردو)	150.00
7-	حیات برزخیہ (انگریزی)	20.00
8-	اسرار الحرمین	40.00
9-	مکتوبات	50.00
10-	علم و عرفان (اردو)	10.00
11-	علم و عرفان (انگریزی)	15.00
12-	عقائد و کمالات علمائے دیوبند	30.00
13-	سیف اویسیہ	35.00
14-	تفسیر آیات اربعہ	25.00
15-	الدین الخالص	200.00
16-	ایمان بالقرآن	80.00
17-	تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین	100.00
18-	تحقیق حلال و حرام	25.00
19-	حرمت ماتم	25.00
20-	ایجاد مذہب شیعہ	30.00
21-	شکست اعدائے حسینؓ	15.00
22-	داماد علیؓ	20.00
23-	بنات رسول ﷺ	15.00
24-	الجمال والکمال	15.00
25-	نفاذ شریعت اور فقہ جعفریہ	50.00
26-	حیات طیبہ اول	600.00
27-	فقہ جعفریہ کی تاریخ	10.00
28-	عقیدہ امامت اور اس کی حقیقت	20.00
29-	شیعہ مذہب کے بنیادی اصول	15.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

1-	منارہ راہ اول	150.00
2-	منارہ راہ دوئم	50.00
3-	ارشاد السالکین اول	25.00
4-	ارشاد السالکین دوئم	10.00
5-	لطائف اور تزکیہ نفس	10.00
6-	دیار حبیب میں چند روز	20.00
7-	نور و بشر کی حقیقت	10.00
8-	حیات طیبہ (انگریزی)	15.00
9-	کنز الطالبین خاص	200.00
10-	راہی کرب و بلا	15.00
11-	رموز دل	120.00
12-	حضرت امیر معاویہؓ	30.00
13-	طریق نسبت اویسیہ	250.00
14-	تعلیمات و برکات نبوت	150.00
15-	خطبات امیر	100.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی (تفسیر قرآن)

1-	اسرار التنزیل (اردو) چھ جلدوں میں (فی سیٹ)	2100.00
2-	اسرار التنزیل (انگلش) پانچ جلدوں میں (فی سیٹ)	2000.00
3-	اکرم التفاسیر (زیر طبع) جلد اول۔ دوم۔ سوم۔ (فی جلد)	270.00

پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب

1-	انوار التنزیل	25.00
2-	چراغ مصطفوی ﷺ	30.00
3-	اطمینان قلب	60.00
4-	تصوف و تعمیر سیرت (اردو)	60.00
5-	تصوف و تعمیر سیرت (انگریزی)	40.00
6-	کس لئے آئے تھے (اردو)	25.00
7-	کس لئے آئے تھے (انگریزی)	25.00
8-	بزم انجم	25.00
9-	کونوا عباد اللہ	10.00
10-	منصب صحابہؓ	10.00
11-	ذکر اللہ (اردو)	10.00
12-	ذکر اللہ (عربی)	10.00
13-	لغزشیں	25.00
14-	مغالطے	30.00
15-	ٹھوکریں	10.00
16-	الجھنیں	30.00
17-	قرآن حکیم اور دعوت و تبلیغ	15.00
18-	لقمہ اور ہماری زندگی	20.00
19-	والناس	10.00
20-	خدایا ایں بار دگر کن	20.00
21-	تصوف کی پہلی کتاب	25.00
22-	تصوف کی دوسری کتاب	30.00
23-	تصوف برائے انٹرمیڈیٹ	35.00
24-	دین و دانش	25.00
25-	اسلامی تہوار	10.00
26-	مجلسیں	5.00

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

1-	ہشت روزہ کورس	100.00
2-	سہ ہفتہ کورس	125.00
3-	پنج ہفتہ کورس	150.00
4-	پیشین گوئیاں	15.00
5-	لائحہ عمل (اردو)	5 .00
6-	لائحہ عمل (انگریزی)	5 .00
7-	اسلام اور تہذیب جدید (اردو)	120.00
8-	اسلام اور تہذیب جدید (انگریزی)	100.00
9-	طریق السلوک فی آداب الشیوخ	300.00

ملنے کا پتہ

اویسیہ کتب خانہ، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور فون: 042-5182727

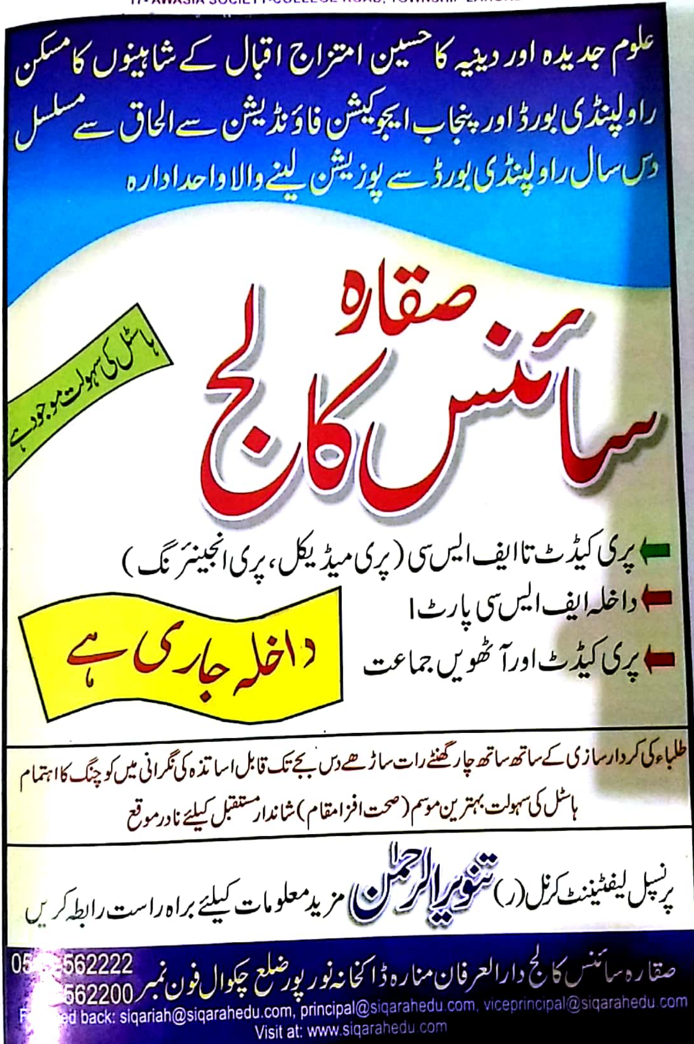

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج اقبال کے شاہینوں کا مسکن
راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق سے مسلسل
دس سال راولپنڈی بورڈ سے پوزیشن لینے والا واحد ادارہ
صقارہ
سائنس کالج
ہاسٹل کی سہولت موجود ہے
پری کیڈٹ تا ایف ایس سی (پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)
داخلہ ایف ایس سی پارٹ ا
پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت
داخلہ جاری ہے
طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام
ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم (صحت افزا مقام) شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع
پرنسپل لیفٹیننٹ کرنل (ر) تنویر الرحمان مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں
صقارہ سائنس کالج دارالعرفان منارہ ڈاکخانہ نورپور ضلع چکوال فون نمبر
562222
562200
ed back: siqariah@siqarahedu.com, principal@siqarahedu.com, viceprincipal@siqarahedu.com
Visit at: www.siqarahedu.com

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبدالباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255